زینب

لجنہ اماء اللہ ناروے

جنوری تا مارچ ۲۰۲۲

آنحضور ﷺ کا خدا پر توکل اور حفاظت خداوندی کے نظارے

نظام وصیت کی اہمیت و ضرورت

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

واجعل لي من لدنك سلطانا نصيرا
ربنا فتحنا لك فتحا مبينا
لیذکر نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

امام جماعت احمدیہ

ایل۔ایس:3167

تاریخ: 2.9.22

مکرمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ، ناروے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی طرف سے رپورٹ ماہ مئی 2022ور سالہ زینب شمارہ ماہ جنوری تا مارچ 2022موصول ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ الحمد للہ ناروے کے نیشنل ڈے پر شعبہ تبلیغ کو زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے 93مہمان خواتین کے لئے ڈنر کا اہتمام کرنے کی توفیق ملی۔ مہمانوں کو جماعتی کتب دی گئیں اور لجنہ کی صد سالہ جوبلی کے متعلق آگاہ کیا، جسے خوب سراہا گیا۔ شعبہ تربیت نے ماہ جون کے لئے ماہانہ تربیتی پلان، خطبہ جمعہ کے اگلے کوئز کی تیاری اور پچھلے کوئز کی جانچ کی اور جلسہ سالانہ ناروے کے لجنہ سیشن کی پریزینٹیشن پر میٹنگ منعقد کی۔

زینب رسالہ میں روحانی، علمی اور تربیتی حوالہ سے معلوماتی اور دلچسپ مضامین نارویجن اور اردو زبانوں میں شامل کئے ہیں۔ ایک طبی ماہرہ ممبر نے مچھلی کے استعمال کی بابت عمدگی سے معلومات رقم کی ہیں۔ ناصرات کا رنر بھی دلچسپ ہے۔ اُمید ہے کہ اشاعت ٹیم آئندہ ناصرات کے تحریر کردہ معیاری مختصر مضامین و معلومات بھی شامل اشاعت کریں گی تاکہ اُن میں بھی تحریر کا شوق پیدا ہو۔ دعا ہے کہ سب قارئین کو اس رسالہ سے فیضیاب ہونے کی توفیق ملے اور اشاعت ٹیم کو مزید لگن اور محنت کے ساتھ خدمت کی توفیق ملے۔ آمین۔

تمام لجنہ اور ناصرات کو میرا محبت بھرا سلام پہنچادیں۔

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

اداریہ

قرآنِ کریم میں ارشاد خداوندی ہے: يَاۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡکُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَۙ۔

(البقرة :184)

اے لوگو!جو ایمان لائے ہو تم پر بھی روزہ رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ تاکہ تم متقی بنو۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ روزہ رکھنے کا حکم ہماری روحانی و اخلاقی تربیت کے لیے ہے اور روزہ ہمیں روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے بچاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رمضان کا نزول خدا تعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے ایک ہے۔ کیونکہ اس مبارک ماہ میں انسان بہت سے گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کے بجالانے کی توفیق پالیتا ہے لیکن ہمیشہ یہ فکر رہنا ضروری ہے کہ کیا ہم روزوں کے حقوق پورے تقویٰ اور خلوصِ دل کے ساتھ ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔ رمضان کے مہینے میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے دوزخ کے سارے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان بابرکت ایّام میں عبادات کے حق ادا کر کے ہر شخص اپنے مالکِ حقیقی کی رضا حاصل کر سکتا ہے اور اس کی رضا کی جنتوں کا بھی وارث بن سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایمان کے تقاضوں کے مطابق اور نفس کا احتساب کرتے ہوئے روزے رکھتا ہے اس کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ رمضان المبارک ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآنِ کریم نازل ہوا۔ یوں تو اس مبارک ماہ کی ہر گھڑی ہر دن ہی مبارک ہے مگر اس مہینے میں ایک رات ایسی آتی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر اور افضل ہے۔ اس مہینے میں ہر نیکی کا اجر عام دنوں سے کئی گناہ زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کے روزوں کو ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم رمضان کے بابرکت مہینہ میں نمازوں کو خشوع کے ساتھ ادا کریں۔ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کریں اور اس کے معانی پر غور و فکر کریں۔

اس ماہ میں عبادات کے ساتھ ساتھ مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کے سلوک کا بھی حکم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ باہمی ہمدردی اور دلداری کا مہینہ ہے اس میں مومن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جو شخص کسی روزہ دار کی افطاری کرائے تو اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اس کی گردن آگ سے آزاد ہو جاتی ہے اور اسے روزہ دار کا ثواب ملتا ہے۔ اگرچہ روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلانے گا اسے اللہ تعالیٰ حوضِ کوثر سے سیراب کرے گا۔ کہ وہ جنت میں جانے تک پیاس محسوس نہیں کرے گا۔

رمضان کا مہینہ ایسا بابرکت ہے کہ اس کے ابتداء میں رحمت ہے درمیان میں مغفرت ہے آخر میں آگ سے نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بابرکت مہینہ سے مکمل استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

فہرست مضامین

القرآن الکریم	2
حدیث نبوی ﷺ	2
کلام الامام	3
نظم	4
خطبہ جمعہ	5
آنحضور ﷺ کا خدا پر توکل اور حفاظت خداوندی کے نظارے	16
سورۃ فاتحہ از تفسیر کبیر	19
رزلٹ مضمون نویسی لجنہ اماءاللہ ناروے 2020-2021	21
نماز کے بنیادی مسائل (وقت، وضو، لباس، قبلہ، نیّت)	22
زکوٰۃ کی فرضیت	26
نظام وصیت کی اہمیت وضرورت	30
وصیت سے متعلق مختلف امور کی وضاحت	33
سوالات اسلامی اصول کی فلاسفی	35
دھنک کے رنگ آپ کے سنگ	38
پکوان	40
صحت کارنر	41
دعائیہ اعلانات	44
اُمّ المؤمنین فاطمہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	45
واقفات کارنر	47
کوئز خطبات فروری	48
ناصرات کارنر	49

مجلسِ ادارت

امیر جماعت ناروے
محترم چوہدری ظہور احمد صاحب

صدر لجنہ اماءاللہ
محترمہ بلقیس اختر صاحبہ

نیشنل سیکرٹری اشاعت
منصورہ نصیر

نائبہ سیکرٹری اشاعت
صدیقہ وسیم

مدیرہ حصہ نارویجن
شائستہ باسط

پروف ریڈنگ حصہ اردو
صدیقہ وسیم
طاہرہ زرتشت

گرافک ڈیزائنر
فاکہہ چوہدری
فریدہ ظہور
ضویا سامہ شاہد
صوفیہ خلیل
خافیہ شاہد

پرنٹنگ
شمسہ خالد

شائع کردہ
شعبہ اشاعت لجنہ اماءاللہ ناروے

Baitun Nasr Moské
Søren Bulls vei 1
1051 Oslo
kontakt@ahmadiyya.no

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے

القرآن الکریم

لٰکِنِ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ مِنۡہُمۡ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ وَ الۡمُقِیۡمِیۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ الۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِکَ سَنُؤۡتِیۡہِمۡ اَجۡرًا عَظِیۡمًا۔

ترجمہ: لیکن اُن (یہود) میں سے جو پختہ علم والے اور (سچے) مومن ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور اس پر بھی جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے اور اللہ اور یومِ آخر پر ایمان لانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم ضرور ایک بہت بڑا اجر عطا کریں گے۔ (النساء:143)

حدیث نبوی ﷺ

عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَۃَ البَاھِلِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَخۡطُبُ فِیۡ حَجَّۃِ الۡوَدَاعِ فَقَالَ: اِتَّقُوا اللّٰہَ وَ صَلُّوۡا خَمۡسَکُمۡ وَصُوۡمُوۡا شَھۡرَکُمۡ وَاَدُّوۡا زَکَاۃَ اَمۡوَالِکُمۡ وَاَطِیۡعُوۡا اِذَا اَمَرۡکُمۡ تَدۡخُلُوۡا جَنَّۃَ رَبِّکُمۡ۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باھلیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ حضور ﷺ فرما رہے تھے کہ اللہ سے ڈرو۔ اور پانچوں وقت کی نماز پڑھو۔ ایک مہینے کے روزے رکھو۔ اپنے اموال کی زکوٰۃ دو اور جب میں کوئی حکم دوں تو اس کی اطاعت کرو۔ اگر تم ایسا کروگے تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (حدیقۃ الصالحین، ایڈیشن 2003ء، صفحہ 239)

کلام امام الزّماں علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ **لَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰہِ** ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا ہے اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 170 – 169)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ پر ہزارہا لوگ بیعت کرنے والے ایسے ہیں کہ پہلے ان کی عملی حالتیں خراب تھیں اور پھر بیعت کرنے کے بعد ان کے عملی حالات درست ہو گئے اور طرح طرح کے معاصی سے انہوں نے توبہ کی اور نماز کی پابندی اختیار کی اور میں صدہا ایسے لوگ اپنی جماعت میں پاتا ہوں کہ جن کے دلوں میں یہ سوزش اور تپش پیدا ہو گئی ہے کہ کس طرح وہ جذبات نفسانیہ سے پاک ہوں۔''

(روحانی خزائن، مطبوعہ لندن 1984ء، جلد 22، حقیقۃ الوحی، صفحہ 86 حاشیہ)

پاکیزہ منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

محمود کی آمین

کیوں کر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا تونے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

تونے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنا میں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہو شکر تیرا کیوں کر اے میرے بندہ پرور تونے مجھے دیے ہیں یہ تین تیرے چاکر
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا رب اکبر
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہے آج ختم قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں تونے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے قرباں
اے میرے رب محسن کیوں کر ہو شکر احساں
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمت اتم ہے کیوں کر ہو حمد تیری، کب طاقت قلم ہے
تیرا ہوں میں ہمیشہ جب تک کہ دم میں دم ہے
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

(از درِّ ثمین، اصفحہ 35)

خطبہ جمعہ

بیان فرمودہ سیّدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 19 فروری 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

تشہد، تعوّذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا 20 فروری کا دن جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس تعلق میں آج میں کچھ کہوں گا۔ کل 20 فروری ہے۔ یہ ایک لمبی پیش گوئی ہے۔ مختلف خصوصیات اس میں بیان ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موعود بیٹے سے متعلق ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بتائیں۔ آج میں اس میں سے ایک پہلو کہ وہ ”علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا“ کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی تحریرات، تقاریر وغیرہ کے حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔ اس میں کچھ حد تک اس پیشگوئی کا ایک پہلو کہ ”وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا“ اس کا بھی اظہار ہو جاتا ہے۔ (ماخوذ از آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

ظاہری و باطنی علوم جو خدا تعالیٰ نے آپ کو باوجود دنیاوی تعلیم کی کمی کے عطا کیے کیونکہ آپ کی تعلیم بنیادی طور پر صرف پرائمری کی تعلیم ہی تھی اور جن کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف موقعوں پر بیان فرمایا وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ بلکہ ان کا تعارف بھی ایک خطبہ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ یہ تعارف بھی ایک سلسلہ خطبات کا متقاضی ہے۔ پس یہ تو ممکن نہیں کہ میں سب کچھ بیان کروں لیکن میں نے سوچا کہ تعارف کی خاطر اور ایک جھلک دکھانے کے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو بعض مضامین، تقاریر ہیں ان کا ایک جائزہ، مختصر تعارف پیش کروں۔ یا ان مضامین کے بعض نکات خلاصۃً پیش کروں تاکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و معرفت اور تبحر کی ہلکی سی جھلک سامنے آ جائے۔

یہ مضامین، تقاریر، تحریرات اللہ تعالیٰ کی توحید، ملائکہ کی حقیقت، نبیوں کے مقام و مرتبہ، حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقام و مرتبہ اور دوسرے روحانی امور اور اسی طرح مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی

راہنمائی، اسلام کا اقتصادی اور مالی نظام، اسلام کی تاریخ۔ اس وقت کے، آپ کے زمانے کے بعض مسائل جو اس عصر کے، وقت کے، دور کے تھے جن میں سے بعض آج بھی اسی طرح قائم ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیالات کو پڑھ کر، اس وقت کے خیالات کو پڑھ کر ان کا حل بھی آج سامنے آجاتا ہے اور بے شمار عنوان ہیں جن پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ سب خطابات اور تحریرات مشتمل ہیں لیکن جیسا کہ میں نے کہا ان سب کا صرف تعارف بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بعض کا تعارف بیان کروں گا اور یہ بھی میں نے اس وقت کے لیے ہیں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوانی میں قدم رکھا تھا۔ سولہ سترہ سال کی عمر کا نوجوان جس کی دنیاوی تعلیم یا دینی تعلیم بھی باقاعدہ کوئی نہیں تھی وہ ایسے ایسے نکات بیان کرتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ توحید کے موضوع پر سترہ سال کی عمر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلسہ میں ایک ایسی تقریر کی جس کی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ بالکل نئے نکات نکالے ہیں۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 40)

بہر حال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولہ سترہ سال یا اٹھارہ سال کی عمر سے لے کر چونتیس پینتیس سال کی عمر تک جو کہ ابتدائی جوانی اور جوانی کی عمر ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و معرفت کے خزانوں کی ایک جھلک پیش کرتا ہوں۔ اس عرصہ میں جو کچھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس کا پچاسواں حصہ بھی تعارف میں پیش نہیں کروں گا، نہیں کر سکوں گا بلکہ شاید اس سے بھی کم۔ اس کے بعد بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمبی عمر پائی اور علم و عرفان کے موتی اللہ تعالیٰ سے علم پا کر بکھیرتے چلے گئے۔

مارچ 1907ء جب کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر صرف 18 سال تھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عظیم الشان مضمون بعنوان ”محبت الٰہی“ تحریر فرمایا جو بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اس مضمون سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی، چھوٹی عمر میں ہی علوم ظاہری و باطنی سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پُر کرنا شروع کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا ہی محبت کے لیے کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد اور غرض ہی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو اور اس دائمی زندگی بخشنے والے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن رہے۔ دائمی زندگی کون سی ہے؟ اگلے جہان کی۔ محبت ہی کے نتیجہ میں انسان گناہوں سے بچتا ہے اور درجات میں ترقی کرتا ہے اور محبت ہی خدا شناسی کا موجب بنتی ہے۔ بدوں محبت انسان کو خدا تعالیٰ کی حقیقت اور حقیقی معرفت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پس ضروری ہوا کہ گناہوں سے بچنے کے لیے اور ترقی درجات کے لیے ہم اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے بڑھائیں اور اپنے دل میں وہ اخلاص اور اور محبت پیدا کریں جس سے کہ ہم خدا تعالیٰ کے قریب ہو جائیں اور ہم ایک سورج کی طرح ہوں۔ جس سے دنیا روشنی پکڑتی ہو۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تو ایک ہی ہے لیکن اس کے بارے میں ہر مذہب کے تصورات جدا ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، آریوں کا خدا کے بارے میں عقیدہ بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ ایسی تعلیم اور صفات والا خدا انسان کی عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اسلامی تعلیم پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام کا خدا ہی ہر قسم کی خوبیوں اور حسن کا جامع ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ انسان فقط اسی سے محبت کرے اور اس کی عبادت کرے۔ جیسا کہ میں نے کہا یہ تو واضح ہے کہ خدا تو سب کا ایک ہی ہے لیکن جو خدا کا نظریہ دوسرے مذہب پیش کرتے ہیں اس کے مقابلے میں اسلام خدا کا جو نظریہ پیش کرتا ہے وہی حقیقی نظریہ ہے اور اسی سے خدا تعالیٰ کی محبت بھی دلوں میں دلوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ کر کے ثابت کیا کہ کسی دوسرے مذہب میں خدا تعالیٰ کی اس قدر صفات بیان نہیں کی گئیں اور نہ اسلام کی بیان کردہ صفات میں کوئی دوسرا مذہب خوبیوں اور کمالات کے لحاظ سے شریک ہے۔ آخر پر آپ نے اسلام کے زندہ خدا کا یہ ثبوت پیش کیا کہ فقط اسلام کا خدا ہی وحی و الہام سے انسان کی آج کی بھی راہنمائی کرتا ہے جس طرح کہ وہ پہلے کرتا تھا اور یہی زندہ خدا کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ پھر آپ نے آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ اب میں اپنے مضمون کے خاتمہ پر پہنچ گیا ہوں کیونکہ میں نے ثابت کیا ہے کہ غیر مذاہب کے خدا اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔ ان کی تعلیم ناقص ہے۔ انسان ان پر عمل درآمد کر نہیں سکتا۔ بہر حال پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ اسلام کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہے اور خدا قادر مطلق ہے اور کل عیوب سے پاک ہے اور سب سے بڑی خصوصیت اسلام نے یہ بتائی ہے کہ اس میں محبت کرنے والے کو بالکل صاف جواب نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے امتحان کے بعد اس سے ہم کلام ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صاف جواب نہیں دیتا

بلکہ خدا تعالیٰ کے اس امتحان کے بعد ایک امتحان میں سے گزرنا پڑتا ہے پھر اس سے ہم کلام ہوتا ہے اور اس محبت کی گرمی کو جو کہ محبت کرنے والے کے دل میں ہر ایک چیز کو جلا رہی ہوتی ہے اپنی تسکین وہ کلام سے ٹھنڈا کرتا ہے اور اس سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے جو کہ جواب کے نہ ملنے سے بپا ہوتی ہے اور اس طرح محبت اور بھی چمک اٹھتی ہے اور اس کے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں خدا کے اور بھی قریب ہو جاؤں اور اس طرح بڑھتے بڑھتے وہ یہاں تک نزدیک ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی نسبت فرماتا ہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔ یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا نام دنیا میں تیرے سبب سے ظاہر ہے اور تیری عزت میرے سبب سے ہے اور در حقیقت خدا تعالیٰ کے نام کا جلال دنیا پر ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں جو کہ اس کی محبت میں غرق ہوتے ہیں اور ان کی عزت صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ میں محبت الٰہی کے لفظ پر جس قدر سوچتا ہوں اسی قدر ایک خاص لذت اور وجد دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارا ہے مذہب اسلام جس نے ہم کو ایسی نعمت کی طرف ہدایت کی ہے جس سے ہمارے دل روشن اور ہمارے دماغ منور ہوتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم ہمارے زخمی دلوں کے لیے ایک مرہم کا کام دیتی ہے اور اگر اسلام نہ ہوتا تو بخدا طالب حق تو زندہ ہی مر جاتے اور وہ جن کے دلوں میں محبت کا ذوق ہے ان کی کمر ٹوٹ جاتی اور محبت ایک ناممکن وجہ سمجھی جاتی اور اس کو وہم سے موسوم کیا جاتا کیونکہ جب لوگ دیکھتے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے کہ ہم محبت کر سکیں تو وہ محبت کے وجود میں شک لانے کے سوا اور کیا کر سکتے۔ خدا نے اسلام سا مذہب انسان کو عطا کر کے غمگین دلوں کو تسکین دی ہے اور زخمی سینوں کو مرہم عنایت کی ہے۔ جب ایک خدا سے محبت کرنے والا انسان دیکھتا ہے کہ وہ جس سے میں محبت کرتا ہوں ایک ذرے ذرے کو دیکھتا ہے اور دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور بولتا ہے اور پھر یہ کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے سے محبت کرنے والے کو بدلہ دے تو اس وقت وہ اپنے دل میں اس محبت کی وجہ سے خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ یعنی انسان خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 2 تا 4)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 28 دسمبر 1908ء کے جلسہ میں اس موضوع پر ایک بڑا پُر مغز خطاب فرمایا کہ "ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں" یہ خیالات ایک انیس سالہ نوجوان کے ہیں۔ حضور نے **اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔۔۔ وَبَشِّرِالْمُؤْمِنِیْنَ**۔ یہاں تک یہ آیت ہے۔ سورۃ توبہ کی 112-111 آیت۔ دونوں آیات **وَبَشِّرِالْمُؤْمِنِیْنَ** تک تلاوت کیں اور اس کے بعد فرمایا: ہر ایک شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ خدا نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے اور جب کہ مرنا ہے۔ مرنا ہر ایک انسان کے لیے ضروری ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ جب اس چند روزہ زندگی کے لیے انسان اس قدر کوشش کرتا ہے اور تدبیریں کام میں لاتا ہے تو کیا اس لامحدود زندگی کے لیے کوئی ضرورت نہیں؟ یعنی اگلے جہان کی زندگی جو لامحدود ہے اس کے لیے کوئی ضرورت نہیں اور کیا ہمیں اس کے لیے کچھ بھی تیاری نہیں کرنی چاہیے۔ بڑا اہم سوال ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضاحت کرتے ہیں کہ انسان ایک ذرہ سا سودا کرنے لگے تو بڑی احتیاط کرتا ہے اور ہمیشہ وہی خریدتا ہے جو مفید اور نفع رساں ہو۔ پس کیسا افسوس ہے اس پر جو ایسی تجارت نہ کرے جس میں لاکھوں کا نہیں کروڑوں کا نہیں بلکہ غیر محدود نفع ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے لیے وہ مال جمع کرے جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کر دیں۔ لیکن یہ دنیاوی مال تو ورثاء برباد بھی کر سکتے ہیں لیکن اگر یہ اس قرآن کی بتائی ہوئی تجارت کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا۔ اس کے بعد کوئی اسے برباد نہیں کر سکے گا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ ایسے تاجروں کا خود خزانچی بن جاتا ہے۔ پس جس کا خزانچی خدا خود ہو اس کو اور کسی کی کیا ضرورت ہے؟ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کریں اور اس کی فوجوں میں داخل ہو جائیں ان میں دلیری بھی چاہیے اور چاہیے کہ وہ اپنی جانیں لفظاً نہیں بلکہ عملاً خدا کے سپرد کر دیں۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی تجارت کرنے والوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی کامیابیوں اور فتوحات کا ذکر فرمایا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح عطا فرمائی اور غلبہ سے نوازا۔ اس تجارت یا بیع کے لیے بعض شرائط بھی ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ

انسان ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور اس طرح معافی مانگنے سے اپنے دل کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ نمبر دو یہ کہ خدا تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے عبادت کی طرف توجہ کرے۔ نمبر تین یہ کہ حمد و شکر اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرنے کا التزام رکھے۔ نمبر چار یہ کہ امر بالمعروف کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ حدود الٰہیہ کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی حفاظت کرے۔ ان امور پر عمل کرنے والا مخلص مومن کامیاب و کام گار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں پاتا ہے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 7 – 6)

پھر خلافت کے بعد دوسرے سال 1916ء کے جلسہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”ذکر الٰہی“ کے موضوع پر خطاب فرمایا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت اچھوتے اور دلنشیں انداز میں ذکر الٰہی اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر کرتے ہوئے ”ذکر الٰہی سے مراد کیا ہے؟ اس کی ضرورت اس کی قسمیں اور فوائد“ پر روشنی ڈالی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مضمون میں موجودہ دور کے صوفیاء وغیرہ کے ذکر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ ان کا انداز ذکر ان کو عسموں میں مبتلا اور خدا کے قرب سے دور کر رہا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضاحت فرمائی کہ ذکر چار قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا ذکر نماز ہے۔ دوسرا قرآن کریم کا پڑھنا ہے۔ تیسرا اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان کرنا ہے اور ان کی تکرار اور اقرار کرنا اور ان کی تفصیل اپنی زبان سے بیان کرنا۔ چوتھا خدا تعالیٰ کی صفات کو علیحدگی اور تنہائی میں بیان کرنا، غور کرنا اور لوگوں میں اس کا اظہار کرنا۔ اسی تسلسل میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر الٰہی مقبول بنانے کے لیے ذرائع اور ذکر الٰہی کے خاص اوقات بھی بیان فرمائے کہ کیا کیا اوقات ہیں۔ کیا ذریعے ہیں۔ اسی خطاب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام محمود تک پہنچانے والے ذکر یعنی نماز تہجد میں باقاعدگی کی تاکید بھی فرمائی اور اس کے التزام و اہتمام کے ایک درجن سے زائد طریقے بتلائے کہ کس طرح ہم باقاعدگی سے پڑھ سکتے ہیں اور اسی طرح نماز میں توجہ کو قائم رکھنے کے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بائیس طریق بیان فرمائے اس جگہ اور آخر میں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر الٰہی کے بارہ عظیم الشان فوائد بھی بیان فرمائے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 3 صفحہ 16 – 15)

اس تقریر کے دوران ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہوئی کہ دوران تقریر ایک غیر احمدی صوفی صاحب جو جلسہ میں آئے ہوئے تھے، وہاں بیٹھے سن رہے تھے انہوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رقعہ بھیجا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ جو نکات آپ بیان کر رہے ہیں اس قسم کا تو ایک نکتہ جو ہے صوفیائے کرام دس دس سال خدمت لے کر بتایا کرتے تھے کہ جو انسان دس سال ان کی خدمت کرتا تھا، ان کے ساتھ رہتا تھا تو پھر ایک نکتہ بتاتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک وقت میں ہی سارے نکتے بیان کر دیے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجلس میں سارے رازوں سے پردہ اٹھا دیا۔ یہ کیا غضب کر دیا آپ نے؟ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 195)

”ربوبیت باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے“ پٹیالہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خطاب فرمایا جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ 9 اکتوبر 1917ء کو پٹیالہ میں یہ تقریر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی اور اللہ تعالیٰ کی ہستی، اسلام اور قرآن کریم کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی سچائی کو صفت ربوبیت کے حوالے سے ثابت کیا۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ہستی کا ثبوت ہے۔ صفات الٰہیہ پر غور کرنے اور ان زبردست قدرتوں کا مشاہدہ کرنے سے جن کا ظہور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے ماننا پڑتا ہے کہ ضرور ایک زبردست عالم، دانا اور رحیم و کریم ہستی موجود ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سورت فاتحہ جو ام القرآن ہے اس میں ان چار صفات کو بیان کیا گیا ہے جو تمام صفات کا خلاصہ ہیں اور جن پر غور کرنے سے انسان ہر قسم کی بد اعتقادیوں اور بد عملیوں سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً پہلی صفت رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا تعلق تمام مخلوقات سے ہے۔ ہر چیز اس کی ربوبیت سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ جس خدا نے جسم کی ربوبیت اور ترقی کے لیے اعلیٰ درجہ کے سامان کیے ہیں اس نے روح کی زندگی کے لیے بھی ضرور سامان کیے ہونگے جو جسم کی نسبت زیادہ قیمتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ۔ (فاطر:25) ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے نبی آئے ہیں جو انسانوں کی تربیت اور روحانی ربوبیت اور ترقی کا سامان کرتے رہے۔

آخر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا جنہیں دنیا کی تمام اقوام اور زمانوں کی اصلاح کے لیے بھیجا۔ چونکہ آپ ﷺ

کے ذریعہ شریعت کی تکمیل کر دی گئی ہے اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب میرے بعد خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل کر کے ایسے خدا کے بندے آتے رہیں گے جو لوگوں کو اس شریعت کے مطالب سے آگاہ کر کے انہیں خدا سے ملاتے رہیں گے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے صفت ربوبیت کے تحت حضرت مرزا صاحب کو بھیجا جنہوں نے خدا سے ہم کلام ہونے اور اصلاح خلق کرنے کا دعویٰ فرمایا اور خدا کی فعلی تائید آپ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے میں ظاہر ہوئی اور زندہ نشانات نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی صداقت کو ثابت کر دیا۔ آخر میں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ خدا کو پیش کرتا ہے اور اس میں زندگی کا ثبوت مل رہا ہے۔ نیز یہ بھی کہ خدا جس طرح پہلے اپنے بندوں کی روحانی ربوبیت کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے طریق پر چل کر ہم آج بھی انہی انعامات اور فوائد کو حاصل کر سکتے ہیں جو آج سے ہزاروں سال پیشتر حاصل ہوئے تھے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 ص 5 – 4)

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لیکچر اسلام میں اختلاف کے آغاز پر ہے جو 1919ء میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی (Martin Historical Society) کے ایک اجلاس میں اسلامیہ کالج لاہور میں دیا۔ تقریباً سو صفحات کا یہ لیکچر ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے کہا کہ 26 فروری 1919ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے ایک غیر معمولی اجلاس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پیش کیا۔ سید عبد القادر صاحب پروفیسر تاریخ کی صدارت میں یہ منعقد ہوا۔ اس وقت یہ عبد القادر صاحب تاریخ کے بڑے پروفیسر تھے۔ احمدی نہیں تھے۔ ان کی صدارت میں یہ ہوا۔ اس مضمون کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رسول کریم ﷺ کی وفات کے پندرہ سال بعد پڑی ہے اور اس وقت کے بعد مسلمانوں میں شقاق کا شگاف وسیع ہی ہوتا چلا گیا اور اسی زمانہ کی تاریخ نہایت تاریک پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور اسلام کے دشمنوں کے نزدیک اسلام پر ایک بد نما دھبہ ہے اور اس کے دوستوں کے لیے بھی ایک سر چکرا دینے والا سوال ہے اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس زمانے کی تاریخ کی دلدل سے صحیح وسلامت پار نکلنا چاہا ہو اور وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو سکے ہوں اس لیے میں نے یہی پسند کیا کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں۔ چنانچہ حضور نے جو تقریر کی اس میں گراں قدر نصائح تھیں، تحقیق تھی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ خیال کہ اسلام میں فتنوں کے موجب بعض بڑے بڑے صحابہ ہی تھے بالکل غلط ہے۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اس مقالہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدائی حالات، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسول کریم ﷺ کی نظر میں مرتبہ جو تھا وہ کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ۔ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا؟ خلافت اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا۔ صحابہ کی نسبت بدگمانی بلاوجہ ہے اس پر بحث کرتے ہوئے فتنہ کی وجوہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اس کے شروع ہونے والے اسباب و عوامل بیان کیے۔ فتنہ کے بانی مبانی عبد اللہ بن سبا کے حالات اور اس زمانے میں کوفہ، بصرہ، شام اور وہاں کے مسلمانوں کے عمومی مزاج پر روشنی ڈالی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی سے ایسے امراء مقرر کر دیے تھے جو اس فتنے کا باعث بن رہے تھے۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے متعلق اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غرض جو لوگ تحقیق کے لیے بھیجے گئے تھے وہ نہایت عظیم الشان اور بے تعلق لوگ تھے اور ان کی تحقیق پر کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش حاصل نہیں۔ فرمایا کہ پس ان تینوں صحابہ کا مع ان دیگر آدمیوں کے جو دوسرے بلاد میں بھیجے گئے تھے متفقہ فیصلہ کر دینا کہ ملک میں بالکل امن و امان ہے۔ ظلم و تعدی کا نام و نشان نہیں۔ حکام عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں، ایک فیصلہ ہے جس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فساد چند شریر النفس آدمیوں کی شرارت اور عبد اللہ بن سبا کی انگیخت کا نتیجہ تھا ورنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے نواب یعنی ان کے جو عامل مقرر کیے گئے تھے، گورنر تھے، وہ ہر قسم کے اعتراضات سے پاک تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طبیعت کے مطابق نرمی اور رحمدلی کی طرف مائل رہے۔ مفسدوں کی شرارت اور فتنہ پردازی پر یہی کہتے رہے کہ میں مسلمانوں کے خون سے اپنا ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔ کبار صحابہ اور حضرت معاویہ نے اس سلسلہ میں قیام امن کے لیے بعض تجاویز پیش کیں مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحم دلی کے طریق پر ہی قائم رہے بلکہ معترضین کے کے منہ بند کرنے کے لیے ان کے مطالبات بھی جائز حد تک لیتے رہے۔ اختلاف روایات اور تاریخی حالات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ایک نہایت

ضروری اور لازمی امر بیان کرتے ہوئے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اس زمانے کے بعد کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جو ایک یا دوسرے فریق سے ہمدردی رکھنے والوں سے خالی ہو اور یہ بات تاریخ کے لیے نہایت مضر ہوتی ہے کیونکہ جب سخت عداوت یا ناواجب محبت کا دخل ہو تو روایت کبھی بعینہٖ نہیں پہنچ سکتی۔ تاریخ کی تصحیح کا یہ زرّیں اصل ہے کہ واقعات عالم ایک زنجیر کی طرح ہیں۔ کسی منفرد واقعہ کی صحیح صحت معلوم کرنے کے لیے اسے زنجیر میں پرو کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کڑی ٹھیک اپنی جگہ پر پروئی بھی جاتی ہے کہ نہیں۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ ہر ایک فتنہ سے یا عیب سے پاک تھے بلکہ ان کا رویہ نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظہر تھا اور ان کا قدم نیکی کے اعلیٰ مقام پر قائم تھا اور یہ کہ صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ آخر دم تک وفاداری سے کام لیتے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا الزام بھی بالکل غلط ہے۔ انصار پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض تھے وہ غلط ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انصار کے سب سردار اس فتنہ کے دور کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 11 تا 13)

اس پر بعضوں نے، غیروں نے بھی تاثرات دیے۔ ”اس کی پہلی اشاعت پر سید عبد القادر صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے تمہید تحریر کی تھی۔ جس میں لکھا تھا کہ فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ کچھ شُدبُد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انھوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان کیا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلّل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہو گا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کی جس قدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابل قدر معلوم ہو گا۔“ (نوٹ از ناشر (فضل محمود جاوید قادیان) اسلام میں اختلافات کا آغاز صفحہ 2 مطبوعہ ستمبر 1937ء)

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک تقریر ”تقدیر الٰہی“ پر ہے جو جلسہ سالانہ پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نور قادیان میں کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ 1919ء کے جلسہ سالانہ کے موقع کی بات ہے۔ یہ تقدیر الٰہی کا جو مسئلہ ہے یہ نہایت مشکل اور دقیق مسئلہ ہے اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑا عارفانہ خطاب فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خدا تعالیٰ سے عاجزانہ طور پر کہا کہ اے خدا! اگر اس مضمون کا سنانا مناسب نہیں تو میرے دل میں ڈال دے کہ اسے نہ سناؤں لیکن مجھے یہی تحریک ہوئی کہ سناؤں۔ گو یہ مضمون مشکل ہے اور اس کے سمجھنے کے لیے بہت محنت اور کوشش کی ضرورت ہے لیکن آپ لوگ اسے سمجھ لیں گے تو بہت بڑا فائدہ اٹھائیں گے۔ حجرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب کے مختلف حوالے بیان کرتے ہوئے اس کے بارے میں یوں فرمایا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس موضوع پر ایک ایسے جلسہ عام سے خطاب فرمانا جہاں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ، ذہین اور بلید ہر قسم کے لوگ جمع تھے یقیناً کوئی معمولی کام نہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس عمدگی سے اس مضمون کو ادا کیا بلا شبہ وہ آپ ہی کا حق تھا۔ خلیفہ رابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تقریر کیا تھی! علم کلام کا ایک شاہکار تھا۔ مسئلہ قضاو قدر کی اہمیت اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات بیان کرنے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا کہ مسئلہ تقدیر پر ایمان اور وجود باری تعالیٰ پر ایمان لانا لازم و ملزوم ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قضاو قدر کے متنازع فیہ نظریات پر بحث فرما کر آنحضور ﷺ کے بعض ارشادات میں تطبیق فرمائی اور اس کے بعد مسئلہ تقدیر کے نہ سمجھنے کے نتیجہ میں انسان کو جو بڑی بڑی ٹھوکریں لگی ہیں ان کا ذکر فرمایا۔ پھر وحدت الوجود کے عقیدہ کی غلطیاں ظاہر کرتے ہوئے چھ قرآنی آیات سے نہایت لطیف اور ٹھوس دلائل پیش کر کے اس عقیدے کا رد فرمایا۔ بعد ازاں اس کی دوسری انتہا کو بھی غلط ثابت کیا اور اس خیال کی بدلائل تردید کی کہ خدا گویا کچھ نہیں کر سکتا اور جو کچھ بھی ہے وہ تدبیر ہی ہے۔ علمِ الٰہی اور تقدیر الٰہی کو خلط ملط کرنے کے نتیجہ میں انسانی فکر نے ٹھوکریں کھائی ہیں اس کا نہایت عمدہ تجزیہ کر کے اس مسئلہ کو خوب نکھارا ہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ تقریر تقدیر الٰہی کے مسئلہ پر ہر پہلو سے بحث کرتی ہے اور مختلف قدیم و جدید اعتراضات

کے جوابات بھی اس میں دیے گئے ہیں۔ تقدیر کے ذکر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات روحانی مقامات کا ذکر بھی فرمایا ہے جو تقدیر الٰہی کے مسئلہ کو صحیح معنوں میں سمجھ کر اس کے تقاضے پورے کرنے کے نتیجہ میں انسان کو مل سکتے ہیں۔(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 21 – 20)

تو بہر حال یہ پڑھنے والی ہے تقدیر الٰہی کے بارے میں لوگ سوال کرتے رہتے ہیں، ان کو یہ پڑھنی چاہیے۔ پھر مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے ایک موقع پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصائح فرمائیں۔" معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" کے عنوان سے الہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرس ہوئی تھی اس میں جو بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ عظیم اوّل کے بعد فاتح اتحادی ممالک نے دولت عثمانیہ سے صلح کی شرائط طے کیں وہ انتہائی ذلت آمیز تھیں۔ ان کی رو سے سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیے گئے تھے اس کی بحری و برّی و ہوائی افواج نہایت محدود کر دی گئیں اور اس پر بعض اور کڑی پابندیاں بھی لگا دی گئیں۔ ان حالات میں ترکی کی سلطنت کے ساتھ صلح کی شرائط کے مسئلہ پر غور کرنے اور مسلمانوں کے لیے آئندہ طریق عمل سوچنے اور تجویز کرنے کے لیے یکم اور 2، جون 1920ء کو الہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جانا مقرر ہوا۔ جمیعت علمانے ہندوستان کے مشہور لیڈر جناب مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے 30 مئی 1920ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ اس کانفرنس میں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے دعوت دی۔ چنانچہ حضور نے" معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" کے عنوان سے ایک دن میں یہ مضمون تحریر فرمایا اور اسے راتوں رات چھپوا کر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب، حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے کے ذریعہ بھجوایا۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس مضمون میں معاہدہ ترکیہ کی شرائط کے نقائص کی نشاندہی فرما کر اس کے بد اثرات سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے سامنے بعض تجاویز پیش کیں۔ حضور نے نہایت مدلل انداز میں اپنے موقف کو پیش کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ جو تجاویز ہجرت، جہاد عام اور گورنمنٹ سے قطع تعلق کرنے کی پیش کی جارہی ہیں یہ ناقابل عمل اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے یہ تجویز دی کہ مسلمان متفق اللسان ہو کر یعنی ایک زبان ہو کر اتحادی حکومتوں پر یہ واضح کر دیں کہ چونکہ انہوں نے ترکوں سے صلح کی شرائط اپنے تجویز کردہ قواعد کے خلاف رکھی ہیں اور اس معاہدے میں مسیحی تعصب دکھائی دیتا ہے نیز ان شرائط میں سرمایہ داروں کے مفادات کو مد نظر رکھا گیا ہے لہٰذا مسلمان اس فیصلہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اسے تبدیل کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔ اس مضمون میں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ تجویز کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور بہبود کے لیے بلا تاخیر ایک عالمگیر لجنہ اسلامیہ یعنی مؤتمر عالم اسلامی قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 5 صفحہ 10)

آج جو کہتے ہیں یہ جو بنائی ہے کہ مسلمان اکٹھے ہوں وہ بھی فیصلہ نہیں کر سک رہی۔ لیکن یہ تجویز بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی تھی۔ اس مضمون میں جو حالات کا نقشہ کھینچا گیا ہے آج بھی عمومی طور پر بعض مغربی طاقتوں کا مسلمانوں کی حکومتوں کے ساتھ یہی رویہ اور اور سلوک نظر آتا ہے۔ اس وقت جب یہ انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولتیں بھی نہیں تھیں یہ غیر معمولی تجزیہ جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا اور پھر جو مشورے دیے تھے وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہکے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کی نشاندہی کرتا ہے اور دنیا کا علم جو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کیا اور آپ کی ذہانت جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اس کی نشاندہی کرتا ہے۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک تقریر" ملائکۃ اللہ" یہ ہے جو 28 دسمبر 1920ء کی ہے۔ دو دن بیت النور میں یہ تقریر کی۔" ملائکۃ اللہ کا یہ مضمون اسلام کے بنیادی اصول اور ایمانیات میں داخل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ مضمون نہایت باریک و دقیق ہے حضور نے اسے نہایت آسان اور بصیرت افروز انداز میں پیش کیا ہے۔ حضور نے قرآن کریم کی رو سے ملائکہ کی حقیقت وضرورت، ان کی اقسام، ان کے فرائض وخدمات کے علاوہ فرشتوں کے وجود پر دلائل اور ان سے متعلق شبہات واعتراضات کے مفصل ومدلل جوابات دیے ہیں۔ مضمون کے آخر پر حضور نے فرشتوں سے تعلق پیدا کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کے آٹھ ذرائع بیان کیے ہیں۔"(تعارف کتب انوار العلوم جلد 5 صفحہ 15)

یعنی **نمبر ایک** جس انسان پر جبرائیل نازل ہو اس کے پاس بیٹھنے سے، نیک لوگوں اور انبیاء کے ساتھ صحبت صالحین سے، انبیاء کی صحبت سے۔ **نمبر دو** یہ کہ رسول کریم ﷺ پر درود بھیجنے سے اور **نمبر تین** یہ کہ انسان کے قلب میں یہ تحریک ہو کہ عفو اور درگذر کو قائم کرے اور بدظنی کو ترک کرے۔ **نمبر چار** یہ کہ انسان تسبیح اور تحمید کرے۔ **نمبر پانچ** یہ کہ غور سے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے۔ **نمبر چھ** یہ کہ جو کتابیں ایک ایسے شخص کی لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کو پڑھنے سے۔ اس زمانے میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب ہیں جو پڑھنی چاہئیں۔ **نمبر سات** یہ کہ جس مقام پر ملائکہ کا خاص نزول ہوا ہو انسان وہاں جائے۔ **بعض** شعائر اللہ ہیں، ایسے مقامات ہیں وہاں جانا چاہیے۔ اور **نمبر آٹھ** یہ کہ خلیفہ کے ساتھ تعلق ہو۔ یہ ساری باتیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں بیان کیں۔ (ماخوذ از ملائکۃ اللہ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 556 تا 561)

پھر "ضرورت مذہب" یہ بھی آپ کا ایک لیکچر ہے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 5 مارچ 1921ء کو لاہور میں کالج کے بعض طلباء کے سوالوں کے جوابات میں دیا۔ اس کی خلاصۃً تفصیل اس طرح ہے کہ 4 مارچ 1921ء کو ایک مقدمے شہادت کی غرض سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاہور تشریف لے گئے اور ۴ سے ۷ مارچ تک وہاں مقیم رہے۔ 5 مارچ کو کالج کے بعض طلباء نے حضور سے ملاقات کے دوران مندرجہ ذیل تین سوالات پوچھے۔ **اوّل** یہ کہ مذہب کی کوئی ضرورت نہیں نہ اس سے کوئی فائدہ ہے؟ ہاں لوگ اگر اس کو بعض ظاہری فوائد حاصل کرنے کے لیے اختیار کر لیں تو برا نہیں اس پر روشنی ڈالیں۔ **دوسری** یہ کہ دیگر مذاہب میں بھی بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو پیشگوئیاں کرتے ہیں پھر اسلام کی یہ خصوصیت نہ رہی کہ اس کی کوئی پیش گوئیاں ہوئی ہیں۔ **سوم** یہ کہ حضرت مرزا صاحب کے سلسلہ کا پھیلنا ان کی صداقت کا ثبوت نہیں کیونکہ روس میں لینن کو بھی بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ حضور نے ان تینوں سوالوں کے نہایت آسان پیرائے میں مدلل جواب ارشاد فرمائے۔ "ضرورت مذہب" کے نام سے یہ چھپی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ **مذہب کی ضرورت کا سوال** خدا کی ہستی سے وابستہ ہے۔ اگر خدا ہے تو مذہب کی بھی ضرورت ہے اور خدا کی ہستی کا ثبوت اس کا اپنے بندوں سے کلام کرنا ہے اور اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش گوئیاں پوری ہو رہی ہیں اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔ **دوسرے سوال کے جواب میں** حضور نے بتایا کہ انبیاء اور دیگر لوگوں کی پیش گوئیوں میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اپنے علم کی بنا پر پیش گوئیاں کرتے ہیں اور وہ قیاس کا رنگ رکھتی ہیں جب کہ انبیاء کی پیش گوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ مخالف حالات میں ہوتی ہے۔ ان کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔ ان میں شوکت اور حاکمانہ اقتدار ہوتا ہے۔ **اور تیسرے سوال کے جواب میں** حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو ترقی حاصل ہوئی ہے اس ترقی کے بارے میں حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ پہلے سے موجود ہے اور اس کے مطابق ہی ترقی ہوئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہو گا کہ دوسروں کی ترقی بھی ہو رہی ہے اور حضرت مرزا صاحب کی ترقی ان کی صداقت کی علامت نہیں۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 2 - 1)

پھر ہستی باری تعالیٰ پر 1921ء میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تقریر کی۔ یہ بھی 190 صفحات کی بہت لمبی تقریر ہے اور خلاصہ اس طرح ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر حقائق و معارف سے پُر، بصیرت افروز انداز میں ایک عالمانہ تقریر 1921ء میں کی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی اس تقریر میں ہستی باری تعالیٰ کے آٹھ دلائل اور ان پر پیدا ہونے والے اعتراضات کے جواب دیے۔ خدا تعالیٰ کی صفات سے خدا کی ہستی کا ثبوت فراہم فرمایا اور صفات الٰہیہ کی اقسام بھی بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق اہل یورپ کے خیالات، زرتشتیوں کے خیالات، ہندوؤں کے خیالات اور آریوں کے تصورات کے بالمقابل اسلام کی خدا تعالیٰ سے متعلق تعلیمات تفسیل سے بیان فرمائیں۔ علاوہ ازیں حضور نے اپنی اس تقریر مین شرک کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے ان کا رد بیان کیا اور رؤیت الٰہی، رؤیت کے مدارج و درجات، اس کے فوائد اور رؤیت کے حصول کے طریق و ذرائع بھی بیان کیے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 6)

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تصنیف 1921ء میں "تحفہ شہزادہ ویلز" کے نام سے لکھی۔ شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد کے موقع پر ان کو پیش کی گئی۔ اس کا خلاصۃً مضمون یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ کے ولی عہد شہزادہ ویلز دسمبر 1921ء میں ہندوستان کے دورے پر آئے۔ یہ وہی شہزادے ہیں جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم کہلائے اور 1936ء میں چرچ آف انگلینڈ سے اختلاف کر کے تخت سے دستبردار ہو گئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی ہندوستان آمد کے وقت "تحفہ شہزادہ ویلز" کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف کی اور حضور کی تجویز کے مطابق جماعت احمدیہ کے بتیس ہزار دو سو آٹھ ممبروں نے ایک آنہ فی کس جمع کر کے اس کتاب کی اشاعت کا انتظام کیا اور جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے لاہور میں 27 فروری 1922ء کو گورنمنٹ پنجاب کے توسط سے پرنس آف ویلز کی خدمت میں ایک ایڈریس کے ساتھ یہ کتاب اسلام کے بے نظیر تحفہ کی صورت میں پیش کی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مختصر عالمانہ تصنیف میں حکومت وقت سے وفاداری کے اظہار کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختصر حالات اور سلسلہ احمدیہ کی تعلیم، تاریک اور اس کے قیام کی غرض بیان کی۔ آخر میں سنتِ رسول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک اسلام کا پیغام

نہایت مؤثر رنگ میں پہنچا کر اسے اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔ شہزادہ ویلز نے حضور کی طرف سے پیش کیے گئے اس تحفے کو قبول کیا اور اپنے چیف سیکرٹری کے ذریعہ اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 7)

اس بارے میں تاثرات یہ ہیں کہ شہزادہ ویلز جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم بنے۔ 1936ء میں انگلینڈ چرچ سے جیسا کہ میں نے بتایا اختلاف کی وجہ سے تخت سے دست بردار ہوگئے اور انہوں نے اس تحفے کو بڑی قدر کی نگاہ سے اور احترام سے دیکھا اور نہ صرف اپنے چیف سیکرٹری کے توسط سے اس کا شکریہ ادا کیا بلکہ مارچ 1922ء کو لاہور سے جموں تک کے سفر میں اسے مکمل طور پر مطالعہ کیا اور بہت خوش ہوئے۔ اور جیسا کہ بعد کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ کتاب پڑھتے پڑھتے بعض مقامات پر ان کا چہرہ گلاب کی طرح شگفتہ ہو جاتا تھا۔ اسی طرح ان کے ایڈیکانگ نے یہ بھی بتایا کہ وہ کتاب پڑھتے پڑھتے یک دم کھڑے ہو جاتے تھے۔ چناچہ اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے صراحتًا عیسائیت سے بیزاری کا اظہار کیا۔

اخبار ”ذوالفقار“ نے 24 اپریل 1922ء میں اس کتاب پر ریویو کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ ہم خلیفہ ثانی کے سلسلہ احمدیہ کی اشاعت اسلام میں ہمت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تحفہ ویلز کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو تبلیغ اسلام سے لبریز ہے اور ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس کو دیکھتے ہوئے غیر احمدی ضرور رشک کریں گے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اخبار نویسی کے میز پر تعصب کی مالا گلے سے اتار کر رکھ دیتے ہیں۔ اس واسطے اس تحفے کو دیکھ کر ہم عش عش کر اٹھے۔ اس تحفے میں فاضل مصنف نے سنت رسول ﷺ پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ دعوت اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک پہنچا دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے کسی فرقے کا کوئی فرد یا موجودہ زمانے کا کوئی شورش پسند اخبار حسد اور بغض کی راہ سے اس تحفے پر کوئی حملہ کرے۔ ہمیں اس تحفہ میں کوئی ایسا مقام دکھائی نہیں دیا جس میں خوشامد سے کام لیا گیا ہو۔ ہاں بعض مقامات ایسے ہیں جس میں مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے ابتدا سے آخر تک مختصر سے حالات لکھے ہیں لیکن وہ واقعات امن پسندی اور حکومت کی وفاداری کا اظہار ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ بدامن اور شورش پسند فرقے کو کبھی خدا دوست نہیں رکھتا اور تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

اسی طرح پنجاب کے ایک نیم سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے 18 اپریل 1922ء کی اشاعت میں لکھا کہ ”یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ نہایت قابلیت اور علمیت کے ساتھ اپنے دلائل کو احسن رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔۔۔۔ قطع نظر اس کے کہ اس کی وسیع غرض ایک تبلیغی کوشش ہے خواہ پرنس آف ویلز احمدی ہوں نہ ہوں اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی قدر و قیمت میں اور ان لوگوں کے لطف میں کمی نہیں ہو سکتی جو مذہب میں اور خاص کر ہندوستان اور برطانیہ کے بے شمار مذاہب میں دلچسپی رکھتے ہیں۔“ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 4 صفحہ 294) بیرونی دنیا پر بھی اس کتاب نے گہرا اثر ڈالا۔ مغربی ممالک میں تو اس نے تبلیغ اسلام کا ایک نیا راستہ کھول دیا۔ چنانچہ ویانا جو آسٹریا کیپیٹل ہے وہاں کے ایک پروفیسر نے جو تین زبانوں کا ماہر تھا، اسے پڑھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا اور افسوس کیا کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے ورنہ دنیا بھر میں اس کی اشاعت کرتا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے امریکہ سے لکھا کہ اس کتاب نے امریکہ کو بہت متاثر کیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا امریکہ کے علمی تقاضوں کے مطابق یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ مغربی ممالک کے علاوہ افریقہ میں بھی اس کا اثر ہوا۔ چنانچہ نیروبی کے اخبار ”لیڈر“ نے لکھا کہ گو میں عیسائی نہیں مگر عیسائیوں کے گھر پیدا ہوا ہوں اور ان کے لٹریچر کو خوب سمجھتا ہوں لیکن جو کچھ مجھے اس کتاب سے حاصل ہوا ہے اور جو میں نے حظ اٹھایا ہے اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اس کتاب کا لکھنے والا گو مسلمان ہے لیکن شبہ غالب ہے کہ وہ عیسائیوں میں سالہا سال تک رہا ہے اور ان کے لٹریچر کو اس نے غور سے پڑھا ہے ورنہ یہ بہت مشکل ہے کہ وہ عیسائیوں کو ایسی پتے کی باتیں اس دھڑلے سے سنائے۔ آج تک کوئی ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گزری جو مذہبی بنیاد پر لکھی گئی ہو اور تعصب سے مبرا رہی ہو۔ اس شان کی یہ پہلی کتاب ہے۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 292 تا 294)

اسی طرح ”احمدیت یعنی حقیقی اسلام“۔ یہ 1924ء کی آپ کی ایک تقریر ہے جو ویمبلے کانفرنس میں تھی۔ اس کتاب کا خلاصہ پڑھا گیا تھا۔ کتاب تو بہت موٹی ہے 250 صفحات کی ہے۔ 1924ء میں یہ ویمبلے کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور دنیا کے تمام مذاہب کے چوٹی کے علماء کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کے بارے میں لیکچر دیں۔ اس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کانفرنس کے لیے ”احمدیت یعنی حقیقی اسلام“ کے نام سے ۲۴ مئی تا ۶ جون دو ہفتے سے بھی کم عرصہ میں ایک ضخیم کتاب تصنیف کی۔ پھر اس کا خلاصہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اس کانفرنس

میں پڑھ کر سنایا۔ یہ لیکچر ایسا منفرد اور اچھوتا تھا کہ عیسائیت کے بڑے بڑے لیڈر بھی بے اختیار بول اٹھے کہ بلاشبہ اس مضمون میں جو خیالات بیان کیے گئے ہیں وہ تربیت اور دلائل اور اپنی خوبی و حسن کے لحاظ سے اچھوتے اور منفرد ہیں۔ چناچہ اس لیکچر کے ذریعہ خدا نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام دنیائے مذاہب کے بڑے بڑے لیڈروں کو اس طرح پہنچانے کا موقع دیا کہ وہ بھی اسلام کی حقانیت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کتاب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی حسین تعلیم کی مختلف جہات پر نہایت شاندار انداز میں روشنی ڈالی۔ سب سے پہلے آپ نے سورت صافات کی آیات سے یہ ثابت کیا کہ یہ جو مذہبی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے اس قسم کی کانفرنسوں کے انعقاد کی خبر آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن مجید نے دے دی تھی۔ اس کے بعد آپ نے جماعت احمدیہ کا تعارف کروایا اور دلائل قاطعہ سے ثابت کیا کہ احمدیت اور حقیقی اسلام ایک ہی چیز کا نام ہے۔ اس کے بعد آپ نے مذہب کے چار مقاصد بیان کیے۔ اس ذیل میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کے بارے میں اسلام کا جو تصور ہے اسے کھول کر بیان کیا۔ واضح کیا کہ اسلام انسان سے اپنے خدا کے ساتھ کس طرح کا تعلق رکھنے کی امید کرتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے بندے پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شبہ کا ازالہ بھی کیا کہ اسلام اس طرح کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب سے کام ہی نہ لیا جاوے بلکہ سب کام خدا پر چھوڑ دیے جائیں یعنی ہاتھ پیر ہلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ الزام مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے۔۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے کہ اسلام کی ہرگز یہ تعلیم نہیں ہے بلکہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ اسباب سے بھرپور کام لیا جائے۔ جو ذرائع ہیں ان کو استعمال کیا جائے پھر خدا پر توکل کیا جاوے۔ توکل کرنا ہرگز ترک اسباب کا نام نہیں ہے بلکہ اس امر پر یقین کا نام ہے کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ خدا ہے۔ پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ اس وقت صرف اسلام ہی ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ سے ملا سکتا ہے کیونکہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ جو بھی اسلام کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق عمل کرتے ہوئے خدا سے وصال کی تڑپ رکھے خدا ضرور اسے مل جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس شبہ کا ازالہ صرف اسلام ہی کرتا ہے کہ اس کی تعلیم پر چل کر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو کہ صفات الٰہیہ کے مظہر ہوتے ہیں اور جو پہلے خود اپنی ذات پر صفات الٰہیہ کا پرتو ڈالتے ہیں اور پھر دوسروں کو اس کا نشان دکھاتے ہیں اور ہستی باری کا کامل عرفان بخشتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس غرض کے لیے کہ لوگ اس کے وجود کو پہنچانیں اور شک و شبہ کی زندگی سے پاک ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تھا۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخلاق کی مختلف جہات کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم ہی سب سے کامل ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخلاق حسنہ کے اصول اور اخلاق سیئہ سے بچنے کے ذرائع کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اخلاق کی درستگی کے بارے میں اسلام کی جو تعلیم ہے اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے تمدن کے بارے میں اسلام کی تعلیم بیان کی ہے اور نہایت لطیف پیرائے میں اخلاق اور تمدن کے فرق کو واضح کیا ہے۔ پھر انسان کے معاشرے میں مختلف لوگوں سے جو تعلقات ہیں وہ کن خطوط پر استوار ہونے چاہئیں، اس پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر شہریت کے اصول بیان کیے ہیں اس کے بعد آپ نے حکومت اور رعایا کے فرائض اور حقوق تفصیل سے بیان کیے اور پھر اس مضمون کو مزید وسیع کرتے ہوئے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ حکومتوں کے آپس کے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئیں اور مختلف ملکوں میں تنازعات کے حل کے لیے آپ نے قرآن کریم کے زریں اصول بیان کیے ہیں۔ اور بتایا کہ اگر لیگ آف نیشنز کی بنیاد ان اصولوں پر رکھی جائے گی تو وہ کامیاب ہو گی اور وہ نہیں رکھی گئی لہٰذا ناکام بھی ہوئی اور اب یو این او بھی اگر اس نہج پر نہیں چلے گی تو وہ بھی ناکام ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔ بہر حال کتاب کے آخر پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات مابعد الموت کے بارے میں روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ اگلے جہان میں جو ثواب و عذاب ملیں گے ان کی حقیقت کیا ہوگی۔ اس کتاب میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا ہی ذکر نہیں بلکہ آپ نے ان تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی مثالیں بھی دی ہیں اور انہوں نے کس طرح اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کا ان پر کس قدر اثر ہوا کہ ان میں سے بعض نے اپنی جانیں قربان کر دیں لیکن حجرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ آخر پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام دنیا میں بسنے والوں کو قبول احمدیت کی دعوت دیتے ہوئے خوشخبری دی ہے کہ ان مصائب کے دور ہونے کا وقت آ گیا ہے اور اگر اس دور کے فرستادے کے ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں گے تو وہ دین و دنیا کی فلاح پائیں گے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 8 ص 6 تا 9)

مضمون کے خاتمہ پر جو پریذیڈنٹ تھے انہوں نے مختلف الفاظ میں ریمارکس کرتے ہوئے کہا کہ مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرین جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبیٔ ترتیب، خوبیٔ خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبان حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ میں ان کی طرف سے شکریہ کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔ ایک صاحب حضرت صاحب کے حضور حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ہندوستان مین تیس سال کام کیا ہے اور مسلمانوں کے حالات اور دلائل کا مطالعہ کیا ہے کیونکہ میں ایک مشنری کی حیثیت ہندوستان میں رہا ہوں مگر جس خوبی، صفائی اور لطافت سے آپ نے آج کے مضمون کو پیش کیا ہے میں نے اس سے پہلے کبھی کسی جگہ بھی نہیں سنا۔ مجھے اس مضمون کو سن کر کیا بلحاظ خیالات، کیا بلحاظ ترتیب اور کیا بلحاظ دلائل بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ایک اور صاحب آئے جنہوں نے عرض کیا کہ میں اس مضمون کے سننے کے لیے فرانس سے آیا ہوں۔ میں عیسائیت پر اسلام کو ترجیح دیا کرتا تھا اور اسلام پر بدھ ازم کو ترجیح دیا کرتا تھا۔ اب جب کہ میں نے آپ کا مضمون بھی سن لیا ہے اور بدھ ازم کو بھی سنا ہے تو میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی اسلام ہی سب سے بالا تر مذہب ہے۔ جس خوبی سے اور جس خوش اسلوبی سے آپ نے اسلام کو پیش کیا اس کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دل پر اب اس کا گہرا اثر ہے۔ اور بھی بہت سارے ریمارکس ہیں۔ پھر مسز شار پلز کہ وہ بھی اس کانفرنس کی سیکرٹری ہیں، اس نے چودھری صاحب سے کہا کہ میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں کہ لوگ آپ کے بڑے مشکور ہیں۔ پھر اسی عورت نے کہا کہ لوگ، عورتیں اور مرد میرے پاس آتے ہیں اور اس کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ ایک جرمن شخص جو یہاں پروفیسر ہیں انہوں نے جلسہ سے واپسی کے وقت سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھ کر حضرت صاحب کے حضور مبارکباد عرض کی اور کہا کہ میرے پاس بعض بڑے بڑے انگریز بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ بعض اپنی زانوں پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے کہ Rare ideas. One cannot hear such ideas every day یہ نہایت نادر خیالات ہیں۔ ایسے خیالات ہر روز سننے میں نہیں آتے۔ وہی جرمن پروفیسر روایت کرتے ہیں کہ بعض جگہ لوگ بے اختیار بول اٹھتے تھے کہ What a beautiful and true principle کیا ہی خوبصورت اور سچے اصول ہیں۔ اور خود یہ جرمن پروفیسر اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتا تھا کہ یہ موقع احمدیوں کے لیے ایک ٹرننگ پوائنٹ ہے یعنی ترقی کا مقام ہے اور یہ ایسی کامیابی ہے کہ اگر آپ لوگ ہزاروں پاؤنڈ بھی خرچ کر دیتے تو ایسی شہرت اور ایسی کامیابی کبھی نہ ہوتی جیسی کہ اس ایک لیکچر کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ بہائی مذہب کی ایک عورت نے لیکچر سنا اور پھر ہمارے ساتھ ساتھ مکان کے قریب تک چلی آئی۔ وہ کہتی تھی کہ میں بہائی خیالات رکھتی تھی مگر اب آج کا لیکچر سن کر میرے خیالات بدل گئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے زیادہ لیکچر سنوں۔ مجھے اگر مہربانی سے بتائیں کہ کب اور کہاں کہاں لیکچر ہوں گے تو میں ضرور آؤں گی۔ ایک عورت نے پیچھے پڑ کے حضور کو اپنے گھر چائے پہ آنے کی دعوت بھی دی۔ ایک صاحب نے یہ بھی کہا کہ ایسا پیارا مضمون تھا کہ حب الوطنی سے بھی زیادہ پیارا تھا۔ (ماخوذ از الفضل 23 اکتوبر 1924ء صفحہ 5 – 4)

توبہر حال یہ چند جھلکیاں میں نے 18 سال کی عمر سے 35 سال کی عمر تک کے علم و عرفان کے موتیوں کی دکھائی ہیں۔ شروع جوانی ہے اور پھر جوانی ہے اور جوانی کی عمر کی یہ باتیں اس شخص کی ہیں جس کی جیسا کہ میں نے کہا کوئی دنیاوی تعلیم نہیں تھی لیکن علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا گیا تھا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کی صداقت کا بھی ایک نشان ہے۔ اس سترہ سال کے عرصہ میں جو میں نے بیان کیا ہے، جو باتیں بیان کی ہیں وہ صرف سترہ سال کے عرصہ کی ہیں۔ کچھ آپ کی خلافت سے پہلے کی کچھ خلافت کے بعد کی اور اس سترہ سال کے عرصہ میں جو کچھ بھی آپ نے بیان فرمایا ہے اس کا بھی پچاسواں حصہ میں نے کہا تھا بلکہ سوواں حصہ کہنا چاہیے وہ بھی بیان نہیں کر سکا۔ خیال تھا کہ شاید کافی تعارف کتب ہو جائے گا۔ خطبات اور تفسیریں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس کے علاوہ ہیں جن میں علم و معرفت کے نکات ہیں۔ علوم و معرفت کی نہریں ان میں بہہ رہی ہیں۔ پھر مختلف مجالس میں دنیا کی راہنمائی آپ نے کی ہے۔ بس اس خزانے کو بھی جو کافی حد تک چھپ چکا ہے جماعت کے افراد کو پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات بلند فرماتا رہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 12 مارچ 2021ء صفحہ 5 تا 10)

آنحضور ﷺ کا خدا پر توکل اور حفاظت خداوندی کے نظارے

(صدیقہ وسیم – مجلس Fredrikstad)

عِشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت خدا سے تھی اس بات کی شہادت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشد مخالفین نے بھی دی انہوں نے کہا کہ ”محمد اپنے رب کا عاشق ہے“ خدا کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا مصائب نہیں جھیلے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی دعاؤں میں خدا کی محبت اوراس کی پناہ طلب کرتے۔ خدا کی محبت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اس محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی آیا اس کی قدر کی۔ اگر کشائش آئی تو شکر کیا اور تنگی دیکھی تو اس کے حضور جھکے اور صبر کیا۔ کوئی آزمائش آپ کو خدا سے دور نہ کر سکی۔ کوئی لالچ اس کے در سے ہٹا نہ سکا بادشاہت کو اس خدا کی خاطر ٹھکرا دیا حسن و جمال کو خاطر میں نہ لائے دھمکیاں آپ کو خدا کی ذات سے الگ نہ کر سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے جاگتے، سفر اور حضر، خلوت اور جلوت، آسائش اور تنگی میں خدا ہی کو پکارتے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خالص توحید کے قیام کے لیے دنیا میں مبعوث فرمایا تھا۔ اپنی جناب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو صاف، پاک اور مصفّٰی بنا دیا۔ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر اپنی محبت اور شرک سے نفرت کا بیج بو دیا۔ بلکہ پیدائش سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو اُس نور کی خبر دے دی جس نے تمام دنیا میں پھیلنا تھا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ یہ رؤیا جو حضرت آمنہ نے دیکھا تھا، کس طرح سچ ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مکمل شریعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے وقت پر نازل ہوئی۔ اور وہ نور دنیا میں ہر طرف پھیلا۔ خدائے واحد کی محبت کا ایک جوش تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راتوں کی نیند اور دن کا چین و سکون چھین لیا تھا۔ اگر کوئی تڑپ تھی تو صرف ایک کہ کس طرح دنیا ایک خدا کی عبادت کرنے لگ جائے، اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچاننے لگ جائے۔ اس پیغام کو پہنچانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں بھی برداشت کرنا پڑیں، سختیاں بھی جھیلنی پڑیں۔ لیکن یہ سختیاں، یہ تکلیفیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خدا کی عبادت اور خدائے واحد کا پیغام پہنچانے سے نہ روک سکیں۔

چنانچہ ایک واقعہ روایات میں یوں آتا ہے کہ: ”سرداران قریش کے ساتھ گفتگو کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو ابوجہل نے کہا اے قریش! تم نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری کوئی بات نہیں مانی اور تمہارے بزرگوں اور مذہب کو برا کہنے سے باز نہ آیا۔ پس مَیں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ میں کل ایک بہت بھاری پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ کریں گے مَیں اس کے سر پر ماردوں گا۔ تم مجھ کو اپنی پناہ میں لے لینا۔۔۔ جب صبح ہوئی تو ابوجہل ایک پتھر لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے

انتظار میں بیٹھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اپنے دستور کے موافق مسجد حرام میں داخل ہوئے۔۔۔ نماز میں مشغول ہوئے۔ قریش اپنی اپنی جگہ لیٹے ہوئے ابو جہل کے کارنامے کے منتظر تھے۔ چنانچہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا ابو جہل وہ پتھر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر مارنے کے لیے چلا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پہنچا تو پھر وہاں سے پیچھے کو ہٹا۔ یہاں تک کہ پتھر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ نہایت بدحواس اور خوف کی حالت میں اپنی قوم کے پاس آیا۔ لوگ بھی اس کی طرف دوڑے اور کہا اے ابو الحکم کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ جب مَیں پتھر لے کر ان کی طرف گیا تا کہ اس کام کو پورا کروں جو رات کو تم سے کہا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت قوی ہیکل اور خوفناک اونٹ منہ پھاڑ کر میری طرف حملہ آور ہے اور چاہتا ہے کہ مجھے کھا جائے۔ مَیں فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا ورنہ جان بچانا ہی مشکل تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ما حدث لابی جھل حین ھم بالقاء الحجر علی الرسول ﷺ)

پھر فرمایا: وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (الاحزاب:4) اور اللہ ہی پر توکل کر اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔

یہ قرآنی فرمان اصل میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تسلی کا پیغام تھا کہ اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم تو بھی بے فکر رہ اور اپنے صحابہؓ کو بھی تسلی کروادے کہ جیسے بھی حالات ہوں۔ ہو سکتا ہے وسیع پیمانے پر تجھے اور تیری جماعت کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، تمام قبائل جمع ہو کر تجھے اور تیری جماعت کو ختم کرنے کی کوشش کریں لیکن یہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کارساز رہا ہے تجھے ہر مشکل اور ہر مصیبت سے نکالتا رہا ہے اور آئندہ بھی وہی کارساز ہے۔ جیسے مرضی حالات ہوں دشمن کے جو بھی اور جیسے بھی منصوبے ہوں دشمن کبھی بھی اسلام کو مٹانے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پس آپ اسی پر ہمیشہ کی طرح توکل کرتے رہیں۔ یہ تسلّی خدا تعالیٰ نے اس لیے نہیں دی تھی کہ خدانخواستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوفزدہ تھے یا توکّل میں کوئی کمی آگئی تھی۔ بلکہ یہ صحابہ کے حوصلے بڑھانے کے لیے تھا کہ کسی کمزور دل میں بھی کبھی یہ خیال نہ آئے کہ ہم کمزور ہیں اور اتنی طاقتوں کے سامنے ہم کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔

پھر ہجرت کے وقت دیکھیں خدائی وعدوں پر یقین اور توکل کی وجہ سے دشمن کے سامنے سے نکل گئے اور کسی قسم کا خوف اور ڈر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں پیدا نہیں ہوا۔ یہ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ قریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے ان کے بڑے رؤساء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے اردگرد جمع ہو گئے اور مکان کو گھیرے میں لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کا نام لے کر اپنے گھر سے نکلے حالانکہ سارے سردار اور قبائل کے لیڈر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے سامنے کھڑے تھے لیکن ان کے ذہن میں یہ کبھی خیال بھی نہیں آسکتا تھا اور کچھ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا کہ اس طرح اتنی جرأت سے ہمارے سامنے سے نکل سکتے ہیں۔ بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بستر پر لٹا کر وہاں سے نکلے اور پھر توکّل یہ بھی تھا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تم فکر نہ کرو میرے اس بستر میں لیٹ جاؤ۔ لیکن تمہیں یہ ضمانت ہے کہ تمہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غار ثور میں پہنچے تو وہاں جا کر بھی توکّل کی کیا اعلیٰ مثال ہمیں نظر آتی ہے کہ جب دشمن کو گھر سے یہ پتہ لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو جا چکے ہیں۔ اور آپ کے

بستر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیٹے ہوئے ہیں تو اس وقت بڑے پریشان ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بھی گئے وہاں عورتوں سے زیادتیاں بھی کیں سختیاں بھی کیں۔ پھر یہ لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں غار کے بالکل قریب پہنچ گئے اور اتنے قریب پہنچ گئے کہ ان کے قدم بھی نظر آنے لگ گئے تھے، ان کی باتیں بھی سنائی دینے لگ گئی تھیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی یہ باتیں سن کر پریشان ہو رہے تھے۔ لیکن یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توکّل کی ایک اَور شان نظر آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہیں کہ پریشان نہ ہو۔ فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ:40) کہ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر فرمایا کہ اے ابو بکر! تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ پھر جب تین دن کے بعد غار سے نکلے اور مدینہ کی طرف سفر شروع ہوا تو اس وقت بھی توکّل کی ایک اور شان نظر آتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑا دوڑائے ہوئے ان کے پیچھے آرہا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر نے پھر گھبرا کر کہا یارسول اللہ! کوئی ہمارا تعاقب کر رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کیسا اللہ پر توکل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا خدا پر توکّل تھا کہ ہم اس کی خاطر نکلے ہیں اس کے حکم سے نکلے ہیں وہ خود ہی ہماری حفاظت فرمائے گا۔

چنانچہ سراقہ خود اس واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ مَیں ان کے تعاقب میں نکلا اور جب مَیں قریب پہنچ گیا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مَیں زمین پہ گر گیا پھر تیر چلا کے فال نکالی تو فال اس کے اس تعاقب کے خلاف نکلی لیکن پھر بھی کیونکہ لالچ تھا، کفار نے اعلان کیا ہوا تھا جو پکڑ کے لائے گا اس کو سو اونٹ ملیں گے تو یہ جو سو اونٹوں کا لالچ تھا وہ اُس کو اِس بات پر مجبور کر رہا تھا کہ وہ فال کو تسلیم نہ کرے اور تعاقب کرے اس نے پھر تعاقب شروع کیا پھر گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور پھر گر گیا یہ کہتا ہے کہ میں اتنی قریب پہنچ گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم پڑھ رہے تھے اور مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی آواز سن رہا تھا اور جب یہ صورتحال تھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بھی مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنے خدا پر پورا بھروسہ تھا، پورا یقین تھا، کامل توکل تھا کہ وہ حفاظت فرمائے گا اس لیے محسوس ہی نہ کیا کہ پیچھے مڑ کر دیکھیں۔ بہرحال جب اس نے پھر فال نکالی تو پھر اس کے خلاف آئی پھر اس نے تعاقب کرنا چھوڑ دیا۔

(تلخیص از سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 242-241)

اسی طرح حفاظت خداوندی کی اور بھی بہت مثالیں ملتی ہیں مختصراً ان کا بیان کر دیتی ہوں مثلاً جنگ احد کے موقع پر جب لڑائی کے دوران ایک موقع ایسا بھی آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے اور کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد محاصرہ کر لیا ایسے میں ان کی تلواروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانا ایک معجزہ ہی تھا اسی طرح جب ایک یہودی عورت نے کھانے میں زہر ملا کر آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی اور جب خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اس کے لیے اس نے اپنے فوجی بھی روانہ کر دیے تھے مگر ان سب حالات میں خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔

سورۃ فاتحہ از تفسیر کبیر

(شہلہ اشرف – مجلس Hønefoss)

اس سورۃ کا نام فاتحۃ الکتاب ہے جو مختصر ہو کر سورۃ فاتحہ ہو گیا۔ اس کے کئی نام ہیں۔ بعض قرآن کریم سے اور بعض رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

سورۃ الصلوٰۃ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے صلوٰۃ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لیا ہے یعنی آدھی سورۃ میں صفات الٰہیہ کا ذکر ہے اور آدھی میں بندے کے حق میں دعا ہے۔ **سورۃ الحمد۔** اس سورۃ کے دوسرے نام ام القرآن اور ام الکتاب اور السبع الثانی بھی ہیں۔ **الشفاء۔** یہ نام حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ یہ سورۃ فاتحہ ہر بیماری سے شفاء دیتی ہے۔ **الرُّقیہ۔** یعنی دم کرنے والی سورۃ۔ یہ نام بھی ابوسعدؓ کی روایت مذکورہ مسند احمد بن جنبل و بخاری میں درج ہے۔ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے ذکر کیا کہ کسی کو سانپ نے ڈس لیا تھا کسی نے اس پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا اور اسے شفاء ہو گئی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم کرنے والی سورۃ ہے۔ اس صحابی نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ بس میرے دل میں یہ بات آ گئی۔ **سورۃ الکنز۔** حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے جو احسان فرما کر مجھے انعام دیے ہیں ان میں سے ایک فاتحۃ الکتاب بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ فاتحہ نام جو اس سورۃ کا بیان ہوا ہے۔ اس کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ یہ نام پیشگوئی کے طور پر پہلی کتب میں بھی آیا ہے۔

حضور فرماتے ہیں، میری غرض ان ناموں کے گنوانے سے یہ ہے کہ ان سے سورۃ فاتحہ کے وسیع مطالب پر روشنی پڑتی ہے۔

فضائل سورۃ فاتحہ

اس سورۃ کے بہت سے فضائل حدیثوں میں بیان ہیں۔ ام القرآن یعنی سورۃ فاتحہ کے ذریعہ سے میرے بندے جو دعا مجھ سے کریں گے وہ ضرور قبول کی جائے گی۔ اس کا مفہوم یہ ہے جو ذریعہ دعا کا اس میں بتایا گیا ہے اس کا اختیار کرنا ضرور دعا کو قبول کروا دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ ذریعہ کیا ہے؟

1۔ بسمہ اللہ　2۔ الحمدللہ　3۔ الرحمن　4۔ الرحیم　5۔ ما لک یوم الدین　6۔ ایاک نعبد

7۔ وایا ک نستعین۔

گو یا سات آیات کی یہ سورۃ ہے اسی طرح سات اصول دعا کی قبولیت کے لیے اس میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ سات امور وہ ہیں کہ جب انسان ان پر قائم ہو جائے تو وہ لعبدی ما سأل کے مصداق ہو جاتا ہے اور یہ کامل دعا کا نمونہ رسول کریم ﷺ کی کامل اتباع نے ہی دکھایا ہے۔

سورۃ فاتحہ کا نزول۔ آئمہ کا خیال ہے یہ سورۃ دو دفعہ نازل ہوئی ہے۔ ایک دفعہ مکہ میں اور ایک دفعہ مدینہ میں۔ پس یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔

سورۃ فاتحہ کے مضامین کا خلاصہ

قرآن کریم کے مضامین کو مختصر طور پر اس میں بیان کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو شروع میں ہی قرآنی مطالب پر آگاہی ہو جائے۔ پہلے **بسم اللہ** سے شروع کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ایک مسلمان۔ خدا پر یقین رکھتا ہے

2۔ وہ اس امر پر بھی یقین رکھتا ہے کہ خدا فلسفیوں کے عقیدہ کے مطابق صرف دُنیا کے لیے علّتِ اولیٰ کا کام نہیں دے رہا بلکہ دُنیا کے کام اس کے حکم اور اشارہ سے چل رہے ہیں۔ اس لیے اس کی مدد اور اعانت بندہ کے لیے بہت کچھ کارآمد ہو سکتی ہے۔

3۔ وہ صرف ایک اندرونی طاقت نہیں ہے بلکہ وہ مستقل وجود رکھتا ہے اور اس کا مستقل نام ہے۔ اور مختلف صفات سے وہ متصف ہے (**اللہ، الرحمٰن، الرحیم**)

4۔ وہ منبع ہے سب ترقیات کا اور تمام سامان کا جن سے کام لے کر دُنیا ترقی کر سکتی ہے اسی کے قبضہ میں ہے۔ **(الرّحمٰن)**

5۔ اس نے انسان کو اعلیٰ ترقیات کے لیے پیدا کیا ہے۔ جب وہ اللہ کے پیدا کردہ سامانوں سے صحیح طور پر کام لیتا ہے تو اس کے کام کے اعلیٰ نتائج پیدا ہوتے ہیں جو اسے مزید انعامات کے مستحق بناتے چلے جاتے ہیں۔

6۔ اس کے سب کاموں میں جامعیت اور کمال پایا جاتا ہے اور ہر حُسن سے وہ متصف ہے اور سب تعریفوں کا مالک ہے کیونکہ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے سب اسی کا پیدا کردہ ہے **(الحمدُللہ رب العالمین)**

7۔ کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی نہیں جس کی ابتدا اور انتہا یکساں ہو بلکہ اس کے سوا جس قدر اشیاء ہیں۔ ادنیٰ حالت سے شروع ہوئی ہیں اور ترقی کرتے کرتے کمال کو پہنچی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سب اشیاء کا خالق ہے۔ اور کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں **(رب العالمین)**

8۔ یہ دنیا ایک متنوع دنیا ہے یعنی اس کی ہزاروں شاخیں ہیں اور ہزاروں قسم کے مزاج ہیں۔ پس کسی چیز کے سمجھنے کے لیے اس کی جنس پر غور کرنا چاہیے۔ نہ کہ دوسری جنس کی اشیاء پر خدا تعالیٰ کا معاملہ ہر جنس سے اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ پس دنیا میں خدا تعالیٰ کے سلوک میں اگر فرق نظر آئے تو اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ وہ اختلاف حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے نہ کہ ظلم کی وجہ سے یا عدم توجہ کی وجہ سے ہے **(رب العالمین)**

9۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر کام لینے والی چیز کا خالق نظر آتا ہے وہ ہر سامان کا بھی خالق نظر آتا ہے پس ہر چیز ہر وقت اس کی مدد کی محتاج ہے **(الرحمٰن)**

10۔ پھر جس طرح خدا تعالیٰ اشیاء اور ان سامانوں کا خالق ہے جن سے ان اشیاء نے فائدہ اٹھانا ہے اسی طرح وہ نتائج پر بھی تصرف رکھتا ہے جو سامانوں کے استعمال کرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً انسان کو بھی اس نے پیدا کیا ہے اور اس کے کھانے کو بھی اس نے پیدا کیا ہے جو اس کی زندگی کے لیے ضروری ہے پھر وہ اچھا یا برا خون جو اس کھانے کے استعمال سے پیدا ہو گا وہ بھی اس کے حکم اور امر سے ہی ہو گا

11۔ پھر اس نے جزا سزا کا بھی ایک طریق مقرر کیا ہے یعنی ہر چیز اپنے حالات کے مطابق اپنے کاموں کے اچھے یا بُرے نتاج کا مجموعی نتیجہ ایک دن دیکھ لیتی ہے۔ یعنی کاموں کے نتیجے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اللہ نے یہ تدبیر بھی اختیار کی ہے کہ سب کاموں کا مجموعی نتیجہ نکلے جس کے نتیجے میں وہ **(مالک یوم الدین)** کہلاتا ہے۔

12۔ پس ایسی ہی ہستی اس امر کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے **(ایّاک نعبد وایّاک نستعین)**

13۔ پھر بتایا کہ انسان کی ترقی کا انحصار دو امر پر ہے۔ اعمالِ بدن اور اعمالِ قلب (اعمال قلب سے مراد فکر، خیال، عقیدہ، ارادہ وغیرہ ہیں) ان دونوں کی اصلاح ضروری ہے اور یہ اصلاح بغیر اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے نہیں ہو سکتی **(ایّاک نعبد وایّاک نستعین)**

14۔ پھر یہ بتایا کہ وہ اپنے بندوں سے ملنے کی اور ان کی اصلاح کی خود خواہش رکھتا ہے۔ صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ بندہ اس کی طرف جھکے اور اس کی ملاقات کے لیے اسی سے التجا کرے **(اھدنا الصراط المستقیم)**

15۔ پھر یہ بتایا ہے کہ بظاہر خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے بہت سے راستے نظر آتے ہیں مگر صرف راستے کا معلوم ہونا کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ راستہ چھوٹا ہو اور انسان جدوجہد کے دوران ہلاک نہ ہو جائے **(صراط المستقیم)** بلکہ وہ راستہ دیکھا بھالا ہو اور اس پر چل کر لوگوں نے خدا کو پایا ہو تا دل مطمئن رہے اور مایوسی پیدا نہ ہو، اچھے ساتھیوں کی صحبت نصیب رہے۔ پس ایسا راستہ طلب کرنا چاہیے **(صراط الذین انعمت علیھم)**

16۔ ترقیات ملنے کی صورت میں دل میں کبر اور خود پسندی کے خیالات پیدا ہو کر انسان کو تباہ کر دیتے ہیں۔ پس ان سے بچتے رہنا چاہیے۔ اور ترقیات کو ظلم اور فساد کا ذریعہ نہیں بنانا بلکہ امن اور خدمت کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس غرض سے دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ **غیر المغضوب علیھم)**

17۔ جس طرح انسان ترقیات کو ظلم کا ذریعہ بنالیتا ہے۔ کبھی وہ ادنیٰ اشیاء کو رحم اور ناجائز محبت کی وجہ سے اونچا درجہ بھی دے دیتا ہے۔ اس سے بچنا چاہیے اور اس نیکی کے حصول کے لیے بھی اللہ سے دعا کرتے رہنا چاہیے۔ **(ولا الضالین)**

رزلٹ مضمون نویسی لجنہ اماء اللہ ناروے 2020-2021

سال 2020ء – 2021ء میں **"مقابلہ مضمون نویسی"** کے لیے دو موضوع دیے گئے۔ ان میں سے کسی ایک پر مضمون لکھنا تھا۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کی اہمیت" یا **"صحبت صالحین"**

سات مجالس سے **تیرہ مضامین** موصول ہوئے۔ **آٹھ** **"صحبت صالحین"** اور **پانچ** **"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کی اہمیت"** پر تھے۔ لجنہ گروپ اے کی صرف **ایک ممبر** نے لکھا اور وہ بلا مقابلہ رہی۔

اس مقابلہ کا رزلٹ اس طرح ہے۔

اوّل:

محترمہ عفیفہ نجم

محترمہ مریم مسلم

محترمہ عطیہ رفعت

محترمہ امتہ المنان

محترمہ شاہدہ ناصر

دوئم:

محترمہ فریدہ داؤد

محترمہ سرور مبارک

محترمہ یاسمین علی

محترمہ امتہ الرؤف

محترمہ راشدہ بٹ

سوئم:

محترمہ امتہ اللطیف

محترمہ مریم مسلم

محترامتہ المنان ندیم

محترمہ گل رعنا

چہارم:

محترمہ عابدہ کلیم

لجنہ گروپ اے (15 تا 25)

بلامقابلہ: عزیزہ صبا انور

نماز کے بنیادی مسائل (وقت، وضو، لباس، قبلہ، نیّت)

(ریحانہ متین – مجلس کرستیان ساند)

اسلام کا دوسرا اہم رکن نماز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ (العنکبوت:46)

ترجمہ: یقیناً نماز بے حیائیوں اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

ہر عظیم الشان کام شروع کرنے سے پہلے مناسب تیاری کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح نماز جیسی عظیم الشان عبادت کو صحیح اور مکمل طور پر ادا کرنے کے لیے ان پانچ شرائط پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ان پانچ شرائط کے **بنیادی مسائل** درج ذیل ہیں۔

1 وقت 2 وضو 3 لباس 4 قبلہ 5 نیت

1 نماز کی پہلی شرط وقت:

اسلام میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ نماز کی پہلی شرط اس کو وقت پر ادا کرنا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا (النساء:104) یقیناً نماز مومنوں پر ایک وقتِ مقررّہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

فجر: رات جب ختم ہوتی ہے اور پو پھوٹتی ہے تو مشرق میں سفیدی پھیلنے لگتی ہے۔ اس وقت کو فجر کہتے ہیں۔ یہ وقت سورج نکلنے سے پہلے کا ہوتا ہے۔

ظہر: ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل یعنی ایک چیز کے برابر ہو جائے۔ جمعہ کی نماز کا وقت بھی وہی ہے جو نماز ظہر کا ہے۔ گویا جمعہ کی نماز ظہر کی نماز کے قائم مقام ہے۔

عصر: دوسری مثل (ہر چیز کا سایہ دگنا ہو سے لے کر) سورج ڈوبنے تک کا وقت عصر کہلاتا ہے۔

مغرب: سورج ڈوبنے سے لے کر مغربی افق میں نظر آنے والی شفق یعنی سرخی کے غائب ہونے تک کا وقت مغرب کہلاتا ہے۔ سرخی کے بعد مغربی افق پر جو سفیدی نظر آتی ہے اسے بھی شفق کہتے ہیں۔ اس سفیدی کے غائب ہونے کا جو وقت ہے وہ مغرب اور عشاء کے درمیان ہے۔

عشاء: عشاء کا وقت شفق یعنی سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر سے کچھ پہلے تک رہتا ہے۔ لیکن اس کا بہتر اور افضل وقت نصف شب تک ہے۔

نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے لیکن امام الزّماں اور خلیفہ وقت کی مصروفیات کے پیش نظر یا لوگوں کی سہولت کی غرض سے نماز پڑھنے کے جو اوقات مقرر کیے جاتے ہیں وہ افضل ترین ہیں۔

اوقات مکروہہ: سورج کے طلوع و غروب کے وقت اور دوپہر کے وقت جب سورج عین سر پر ہو کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے نہ فرض نہ نفل۔ اسی طرح فجر کے بعد سورج کے پوری طرح طلوع ہو جانے تک یا عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سورج کے غروب ہونے تک اور نماز ظہر وعصر کے جمع ہونے کے بعد بھی کوئی نفل نہیں پڑھنے چاہیں۔ گویا ان اوقات میں نماز پڑھنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

نماز کے ضروری امور:

- نماز کی ہر رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنا لازمی ہے اس کے بعد کوئی دوسری سورت پڑھی جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ** یعنی جس نے فاتح الکتاب نہ پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ (فقہ المسیح صفحہ 70)
- نماز میں اگر کچھ بھول جائیں یا غلطی سے ارکان کی ترتیب بدل جائے یا نماز کا کوئی واجب رکن رہ جائے مثلاً درمیانی قعدہ، تو سجدہ سہو ضروری ہو جاتا ہے۔ سجدہ سہو کرنے کے لیے اپنی نماز پوری کرنے کے بعد سلام کرنے سے پہلے دو سجدے کریں۔
- جماعت کے دوران اگر وضو ٹوٹ جائے تو خاموشی سے جا کر وضو کر کے دوبارہ شامل ہو جائیں۔ جتنی رکعتیں رہ گئی ہیں وہ نماز
- باجماعت پوری ہونے کے بعد پوری کریں۔
- مرد عورتوں کا امام ہو سکتا ہے۔ عورت مردوں کا نہیں۔
- سجدہ میں قرآنی آیت پڑھنا جائز نہیں۔
- سفر کی حالت میں مسافر کا کسی جگہ 15 دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو ظہر وعصر اور عشاء کی نماز دو دو رکعت پڑھے گا۔ مغرب اور فجر کی رکعتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ سفر میں وتر اور فجر کی دو سنتوں کے علاوہ باقی سنتیں معاف ہو جاتی ہیں۔
- اگر کوئی بھول جائے یا سو جائے اور وقت پر نماز نہ پڑھ سکے تو جس وقت یاد آئے نماز پڑھ لے اس طرح بعد از وقت نماز کو قضا نماز کہتے ہیں۔

2 نماز کی دوسری شرط وضو طہارت:

نماز کے لیے وضو کرنا شرط ہے۔ نماز میں قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے جہاں دل اور باطن کی پاکیزگی ضروری ہے۔ وہاں جسم کی صفائی اور کپڑوں کی پاکیزگی بھی ایک لازمی شرط ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ جو لکھا ہے کہ وضو کرنے سے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کے چھوٹے چھوٹے حکم بھی ضائع نہیں ہوتے اور ان کے بجالانے سے بھی گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ (نور القرآن جلد اوّل صفحہ 420)

طہارت: طہارت کے معنی پاکیزگی کے ہیں۔ یعنی جسم کے کسی حصے پر کوئی گند نہ لگا ہو۔ انسان کا بول و براز، مادہ منویہ، کسی جانور کا گوبر، پیشاب، مرغی کی بیٹھ، زخم، پیپ، جسم سے بہنے والا خون، کتّے اور دوسرے جانوروں کی رال اور خون، گلی کوچوں کا ناپاک کیچڑ، یہ سب حقیقی نجاستیں ہیں۔ ان میں سے کوئی نجاست اگر کسی وجہ سے جسم کے کسی حصّے یا کپڑے کو لگ جائے تو پانی سے دھو کر پاک کر لینا چاہیے۔

موجبات وضو: جن باتوں سے وضو کرنا ضروری ہو جاتا ہے انہیں موجبات وضو کہتے ہیں۔ یعنی قضائے حاجت، ہوا کا اخراج، ٹیک لگا کر سونا، بے ہوش ہو جانا، پیشاب یا پاخانہ کا خطا ہو جانا، پیشاب کا قطرہ قطرہ بہنا اور حیض و نفاس کا اور ریح کا خارج ہونا اگر بیماری کی صورت میں ہو تو ایک دفعہ وضو کرنا کافی ہے۔ اس بیماری سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

فرائض وضو: وضو کے چار فرض ہیں۔ ان فرائض میں سے کوئی رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا۔

1 پورا منہ دھونا

2 کہنیوں سمیت ہاتھ دھونا

3 سر کا مسح کرنا

4 ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا

اگر وضو کر کے جرابیں پہنی گئی ہوں تو اس کے بعد مقیم کے لیے ایک دن رات مسح کرنا جائز ہے۔ لیکن مسافر تین دن ان پر مسح کر سکتا ہے۔ اگر بوٹ ٹخنوں تک ہو اور ان کو پہن کر نماز پڑھنی ہو تو ان پر مسح ہو سکتا ہے۔ یہ مدت وضو ٹوٹنے کے وقت سے شروع ہو گی۔ اگر زخم ہو یا پٹی بندھی ہو تو اس پر بھی مسح کرنا کافی ہے۔ (فتویٰ مسیح موعود صفحہ 66)

اگر پانی کا استعمال مشکل ہو مثلاً بیماری کی صورت میں یا پانی نہ ملے یا پانی نجس ہو تو نہانے کے لیے اور وضو کے لیے انسان تیمّم کرے۔ یعنی پاک صاف مٹی یا کسی غبار والی چیز پر صحت نماز کی نیّت سے بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھ مارے۔ ان کو منہ پر پھیرے اور پھر دونوں ہاتھوں پر۔ اگر پانی میسر نہ ہو تو غسل واجب کے لیے بھی تیمّم کیا جاتا ہے۔ پگھڑی پر مسح کرنا بھی جائز ہے۔ (فتویٰ مسیح موعود صفحہ 66)

3 نماز کی تیسری شرط لباس (ستر پوشی):

لباس سے انسان معزز لگتا ہے خدا کے دربار میں جانے کے لیے پاک صاف لباس پہننا شرط ہے۔ مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم کی پردہ پوشی ضروری ہے۔ مردوں کا ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے۔ مگر ناپسندیدہ ہے۔ عورت نماز پڑھتے وقت چہرہ، کلائی تک ہاتھ، ٹخنوں تک پاؤں کھلے رکھ سکتی ہے۔ اس کے بال، باہیں، پنڈلیاں اور جسم کا باقی حصّہ پردہ میں ڈھکا ہونا چاہیے۔ نماز کے لیے سر کو ڈھانپنا ضروری ہے۔ تنگ لباس، چھوٹا قمیض اور باریک کپڑا جس سے جسم نظر آئے نہیں پہننا چاہیے۔ رات کو سونے کے لیے پہننے والے لباس جس سے انسان کسی ناواقف کے سامنے نہیں جاتا اسی طرح نماز کے لیے بھی کپڑے بدل کر نماز پڑھنی چاہیے۔ دوپٹہ جس سے بال نظر آئیں، نماز جائز نہیں۔ اگر کسی شخص کے کپڑے ناپاک ہوں اور دوسرے کپڑے میّسر نہ ہوں اور نماز کا وقت آجائے تو حالت مجبوری انہی گندے کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ کپڑوں کی پاکیزگی سے دل کی پاکیزگی بہر حال مقدس ہے۔

نماز کی چوتھی شرط قبلہ:

قبلہ سے مراد وہ مقدّس کمرہ ہے جو مکّہ مکرّمہ میں موجود ہے جسے بیت اللہ اور کعبہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں رہے اس کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرتے رہے۔ مدینہ میں چند ماہ آپ نے بیت المقدّس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر کعبہ کی طرف منہ کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ (البقرہ:166)

چنانچہ اس وقت سے یہ مقدّس گھر مسلمانوں کا دائمی قبلہ ہے اور بحکم الٰہی تاروز قیامت امت مسلمہ کا قبلہ رہے گا۔ جس سے عالمگیر یکجہتی اور اتحاد انسانیت کا خیال اور حسین تصور ساری دنیا کو عطا کیا گیا ہے۔ قبلہ شعائر اللہ ہے۔ اللہ اس کی عظمت کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔ آمین

نماز کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط ہے البتہ اگر انسان خوف کی حالت میں ہو یا سفر کر رہا ہو یا قبلہ کی سمت کا تعین مشکل ہے، تو ایسی تمام صورتوں میں جدھر آسانی ہو اس طرف منہ کرکے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

نماز کی پانچوی شرط نیت:

نمازی جب نماز کے لیے تیار ہو جائے تو قبلہ رخ کھڑا ہو۔ نیت نماز باندھے اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔ اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کردے۔ نیّت نماز کی دعا ضرور پڑھے۔

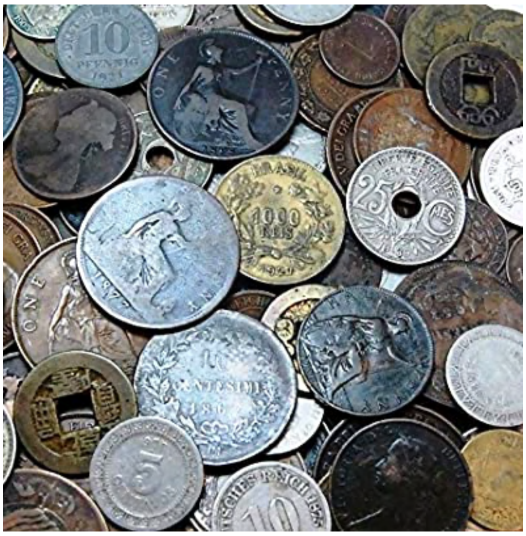

زکوٰۃ کی فرضیت

(امتہ الرؤف ۔ مجلس نوردرے فولو)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی سورہ بقرہ کی آیت 268 میں مومنین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جو کچھ تم کماتے ہو اس میں سے اور اس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین میں سے نکالا ہے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو۔ اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے وقت اس میں سے ایسی ناپاک چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ تُم اُسے ہرگز قبول کرنے والے نہ ہو سوائے اس کے کہ تم (سُبلی کے خیال سے) اس سے صرفِ نظر کرو اور جان لو کہ اللہ بے نیاز (اور) بہت قابلِ تعریف ہے یعنی ہر وہ چیز جو اللہ نے ہمیں دی ہے اس میں سے زکوٰۃ اور صدقہ دینے کا حکم ہے اور صدقہ دینے کے لیے بھی پاکیزہ اور وہی اشیاء دینے کا حکم ہے جو ہم اپنے لیے پسند کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت جگہوں پر مالی قربانی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک سوال کرنے والے کے پوچھنے پر کہ مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں لے جائے اور آگ سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور یہ کہ نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو اور یہ کہ رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک کرو۔“ (صحیح بخاری کتاب الآداب باب فصل صلتہ الرحم حدیث نمبر 5983)

رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

”جسے اللہ نے مال دیا ہو اور اس نے اس مال پر زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کا مال زہریلے سانپ کی شکل اختیار کرے گا جو اس کے گلے کا طوق ہو گا پھر وہ سانپ اپنے جبڑوں سے اسے پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔“ (بخاری کتاب امر زکوٰۃ)

اسلام کے پانچ ارکان میں سے چوتھا اہم رکن زکوٰۃ ہے۔ جس کے لغوی معنی پاک کرنا نشو نما دینا خوش حالی سے ہمکنار کرنا ہے اس لحاظ سے جو مسلمان خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا کی خاطر زکوۃ ادا کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو مال خرچ کرنے کی حرص سے پاک کر کے دوسرے ضرورت مندوں کا حق ادا کر کے اللہ کی برکتوں اور فضلوں کا وارث بنتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد غریبوں کی مدد، معاشرتی فلاح

وبہبود میں صاحب ثروت لوگوں کا حصہ ملانا اور مستحق لوگوں تک زندگی گزارنے کا سامان بہم پہنچانا ہے اور یہ ایک مالی عبادت بھی ہے کیونکہ انسان کے پاس جو مال ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور اس کی امانت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس امانت میں سے کچھ واپس لینا چاہے اور بندے کو کہے کہ اس کے دیئے ہوئے مال میں سے وہ اس کی راہ میں خرچ کرے تو خوشی اور پورے انشراح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو ماننا اس کے لئے عین سعادت اور برکات کا باعث ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"زکوٰۃ تزکیہ سے نکلی ہے، مال کو پاک کرو پھر اس میں سے زکوۃ دو۔ جو اس میں سے دیتا ہے اس کا صدق قائم ہے لیکن جو حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا وہ اس کے اصل مفہوم سے دور پڑا ہے۔ فرمایا ہزاروں آدمی ایسے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے یہاں تک کے ن کی قوم کے بہت سے غریب مفلس آدمی تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں مگر وہان کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک چیز پر زکوۃ دینے کا حکم ہے یہاں تک کے زیور پر بھی اور جو امیر نواب اور دولت مند لوگ ہوتے ہیں ان کو حکم ہے کہ وہ شرعی احکام کے تحت اپنے خزانوں کا حساب کر کے زکوۃ دیں۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 401)

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"بعض لوگ زکوٰۃ کے حکم کی تعمیل میں کسل یعنی سستی سے کام لیتے ہیں وہ اس بات کی تہہ کو نہیں پہنچ پاتے کہ صلوٰۃ کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر بھی قرآن مجید میں کیوں ہے؟ دراصل اللہ کے حکم کی تعمیل کے ساتھ شفقت علی خلق بھی ضروری ہے۔" (خطبات نور صفحہ 436)

پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لیے اپنے نفس کو پاک کرنے کرنے کے لیے مالی قربانی کا حکم ہے۔ نسلوں کی بقا کے لیے نمازوں کے ساتھ مالی قربانی کرنے کا بھی حکم ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ۔ (سورہ تغابن آئت 17)

پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس حد تک تمہیں توفیق ہے اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو (یہ) تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اسی طرح اور بے شمار جگہ اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے حکم کے ساتھ مالی قربانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور آج کل کے زمانے میں جب انسان کی اپنی ضروریات بھی بڑھ گئی ہیں۔ قسم ہا قسم کی ایجادات کی ترجیحات اور خواہشات بھی مختلف ہو چکی ہیں۔ ان حالات میں مالی قربانی کی ترجیحات یقیناً بہت اہمیت کی حامل ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے ساتھ مالی قربانیوں کی اس زمانے میں ویسے بھی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ یقیناً یہ نفسوں کو پاک کرنے کا ذریعہ ہے اس لیے اس طرف بھی توجہ دیں۔ یہ قربانیاں آپ کی اور آپ کی نسلوں کی دنیا و آخرت سنوارنے کی ضمانت ہیں۔ (خطبہ جمعہ 12 مئی 2006ء)

زکوٰۃ کب فرض ہوئی؟

زکوٰۃ کی فرضیت پہ علما کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سن 1 ہجری میں اور بعض کہتے ہیں کہ 2 ہجری میں رمضان کی فرضیت کے بعد ہوئی۔

زکوٰۃ کیوں فرض ہوئی؟

اسلام نے روپیہ کمانا منع نہیں کیاہاں روپیہ کو بند رکھنا اور خرچ نہ کرنا ناجائز قرار دیا ہے۔تاہم اگر کوئی شخص اپنی آئندہ کی ضروریات کے لیے بطور احتیاط کچھ روپیہ جمع کرتا ہے اور پڑے پڑے اس پر سال گزر جاتا ہے تو اس روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے رسول! ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کر اس طرح تو ان کو پاک اور ان کے تزکیہ کے سامان کرے گا۔ (التوبہ 103)

اموالِ زکوٰۃ۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔اموال باطنہ اور اموال ظاہرہ۔

اموالِ باطنہ یہ ہیں۔ نقد روپیہ۔سونا۔چاندی خواہ کسی شکل میں ہو زیورات ہوں یا استعمال کی کوئی اور چیز۔

اموالِ ظاہرہ یہ ہیں۔ الف۔ مویشی مثلاً اونٹ گائے بھینس بھیڑ بکری بشرطیکہ یہ باہر سرکاری چراگاہوں یا شاملات دیہہ میں چرتے ہوں اوران کو گھر میں باقاعدہ چارہ ڈالنے کی ضرورت نہ پڑے۔**ب۔** زمین میں پیدا ہونے والی فصلیں جیسے گندم جو مکی چاول باجرہ کھجور انگور جنگلی شہد جو کسی نے اکٹھا کیا ہو۔**ج۔** وہ معدنیات جو افراد کی تحویل میں ہوں مثلاً لوہے کی کان۔تانبے کی کان،ٹین کی کان تیل کے کنوئیں وغیرہ۔**د۔** اموالِ تجارت،صنعت و حرفت میں لگایا ہوا سرمایہ۔ (فقہ احمدیہ عبادات صفحہ 358 – 359)

زکوٰۃ کی شرح۔ نقدی،سونا،چاندی اور دوسرے ہر قسم کے سرمایہ کے لیے نصاب کا معیار چاندی ہے۔جس کے پاس 52 تولہ 6 ماشہ (2/521 تولہ) چاندی ہو یا اتنا روپیہ یا سونا ہو کہ اس سے اس مقدار میں چاندی خرید کی جاسکتی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔شرح زکوٰۃ پورے سرمایہ کا چالیسواں حصہ یا اڑھائی فی صد ہے۔مثلاً اگر باون تولہ چھ ماشہ چاندی کی قیمت چار صد روپیہ ہے اور اتنی رقم اس کے پاس ہے تو اڑھائی فی صد کے اعتبار سے 10 روپیہ زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی۔

یہ وہ اموال زکوٰۃ ہیں جن کے لیے معیارِ نصاب چاندی ہے اور نصاب کی مقدار معلوم کرنے کا ذریعہ وزن ہے۔

سونے چاندی کا جو زیور عورت کے ذاتی استعمال میں آتا ہے اور وہ کبھی کبھی مانگنے پر غریب عورتوں کو بھی استعمال کے لیے دے دیتی ہیں اس پر زکوٰۃ نہیں۔(فقہ احمدیہ عبادات صفحہ 360)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور سوال پیش ہوا کہ 500 روپیہ کا حصہ ایک مکان میں ہے کیا اس حصہ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جواہرات ومکانات پر کوئی زکوۃ نہیں۔(فقہ احمدیہ عبادات صفحہ 370)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جس قدر جائیداد انسان کے پاس سونے چاندی یااموال تجارت وغیرہ کی قسم میں سے ہو اوراس پر ایک سال گزر چکا ہو حکومت اس سے اندازاً اڑھائی فیصد سالانہ ٹیکس لیا کرے گی جو ملک کے غربا اور مساکین کی بہبودی پر خرچ کیا جائے گا اگر کسی کے پاس 40روپے جمع ہوں اوراس پر سال گزر جائے تو لازماً اپنے جمع کردہ مال میں سے ایک روپیہ حکومت کو بطور زکوٰۃ ادا کرنا پڑے گا یاد رکھنا چاہیے یہ انکم ٹیکس نہیں جو آمد پر دیا جاتا ہے بلکہ زکوٰۃ جمع کئے ہوئے مال پر کیپٹل ٹیکس ہے جو غربا کی بہبود کے لیے لیا جاتا ہے۔اورزکوٰۃ ہر قسم کے مال پر واجب ہوتی ہے خواہ روپے ہوں یا جانور ہوں یا غلہ ہو یا زیور ہو یا کوئی دوسرا تجارتی مال ہو صرف سونے چاندی کے وہ زیور جو عام طور پر استعمال کیے جاتے ہیں مگر غربا کو عاریتاً دیے جاتے ہیں واجب نہیں لیکن اگر وہ زیورات جو خود تو استعمال کیے جاتے ہیں مگر غربا کو عاریتاً نہیں دیے جاتے ہوں اس صورت میں ان کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی فقہائے اسلام زیادہ مناسب قرار دیتے ہیں۔اور جو زیور عام طور پر استعمال میں نہ آتے ہوں ان پر زکوٰۃ ادا کرنا نہایت ضروری ہے اور اسلام میں اسکا سختی سے حکم ہے۔ (انوار العلوم جلد 8 صفحہ 55)

جماعتی چندہ اورزکوٰۃ۔ اگر چندہ عام یا چندہ وصیت دینے والا یہ نیت کر لے کہ اس میں اس قدر زکوٰۃ بھی شامل ہے تو پھر کیا زکوٰۃ کی علیحدہ طور پر ادائیگی کی ضرورت ہے؟

جواب۔ زکوٰۃ تو کم از کم مالی صدقہ ہے جو ہر صورت میں خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو صاحب نصاب کو ادا کرنا اور خلیفہ وقت کی وساطت اوراجازت سے خرچ کرنا ہوتا ہے۔لیکن چندہ کی بنیاد جماعتی فیصلہ اور ضرورت پر ہے۔اگر سلسلہ کو ضرورت ہے تو چندہ لگے گا ورنہ نہیں لگے گا۔ان وجوہات کی بناء پر چندہ میں زکوٰۃ محسوب کرنا درست نہیں۔ (فقہ احمدیہ عبادات صفحہ 371)

مصارف زکوٰۃ فقراء۔ حاجت مند،مساکین۔ضرورت مند،کارکنانِ وصولی و تقسیم کار زکوٰۃ کی وصولی اوراس کو تقسیم کا انتظام کرنے والے کارکنان۔مولفۃ القلوب۔حوصلہ افزائی اور سہارا دینے کے لیے خرچ کرنا۔تالیفِ قلوب کے لیے۔الرقاب حوادث زمانہ یا قرض میں ڈوبے ہوئے لوگ۔غارمین مصیبت زدہ اورچٹی میں مبتلا لوگ۔فی سبیل اللہ ایسے کام جو اسلام اور مسلمانوں کی بہبود،ان کی تنظیم،حفاظت،اوراستحکام،اوردوسرے شہریوں کے لیے حکومت اور جماعت کو کرنے پڑیں۔ابن السبیل مسافروں اوران کی ضروریات کے لیے۔ اللہ ہم سب کو اس پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

> ”لجنات حضورِ انور کے ارشاد کے مطابق روزانہ دو نوافل کا التزام کریں۔
> جماعت ناروے نے نفلی روزہ کے لیے ہر سوموار کا دن مقرر کیا ہوا ہے۔“

نظام وصیت کی اہمیت و ضرورت

(ڈاکٹر روبینہ راشد – مجلس بودو)

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ (التوبہ:111)

یقیناً اللہ نے مومنین سے جنت کے بدلہ میں ان کی جانیں اوران کے اموال خرید لیے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی کو اس کی موت کا اس دُنیا سے جانے کا علم دیا جاتا ہے تو وہ اوّل گھبراہٹ کا شکار ہوتا ہے یا ہاتھ پاؤں مارتا ہے کہ کاش یہ موت کا پیالہ اس سے ٹل جائے اور دوسرے اس کو اپنی اولاد، مال و دولت کا خیال آتا ہے۔ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ دُنیاوی محبت والوں کو مال و نفوس کی زیادہ پرواہ ہوتی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں کچھ وجود وہ بھی ہوتے ہیں جب وقتِ نزع کے وقت انہیں ایک طرف خوشی ہوتی ہے کہ حقیقی محبوب کا وصال نصیب ہو گا لیکن ایک غم بھی انہیں کھائے جارہا ہوتا ہے۔ وہ غم کسی مال و دولت، بیوی بچوں یا رشتہ داروں کی بابت نہیں ہوتا بلکہ **لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ** کی عملی تصویر بنتے ہوں انہیں اپنے ماننے والوں، وفاشعاروں کا غم ہوتا ہے جو انہیں ان کے بچوں کی مانند پیارے ہوتے ہیں۔ اس کی عملی تصویر ہم 1905ء میں دیکھتے ہیں کہ جب بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی وفات کے متعلق مسلسل الہامات ہونا شروع ہوتے ہیں۔ آپ کے دل کے حال کی ایک گہرائی اس فقرہ میں دیکھیں؛ ”غم اس بات کا ہے کہ ابھی جماعت کچی ہے اور پیغامِ موت آرہا ہے گویا جماعت کی حالت اس بچہ کی سی ہے جس نے ابھی دو چار روزہ دودھ پیا ہو اور اس کی ماں مر جائے“۔ (نظامِ وصیت ارشادات حضرت مسیح موعودؑ و خلفائے سلسلہ۔ ص: 16) اس محبت اور غم کی حالت میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں جماعتِ احمدیہ کے لیے دعاؤں کا ایک عظیم خزانہ چھوڑا وہاں انفرادی اور اجتماعی کامیابی و کامرانی کے لیے ایک مستقل نظام ”نظامِ وصیت کی صورت میں جماعت کے لیے چھوڑا۔ بعینہٖ اسی پیشگوئی کے مطابق جو چودہ سو سال قبل سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کہ **یُحَدِّثُھُم بِدَرَجٰتِھِمۡ فِی الۡجَنَّۃِ**۔ وہ انہیں جنت میں ان کے درجات کا پتہ دے گا۔“

اوراس کی خاطر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے **”رسالہ الوصیت“** تحریر کیا جو دو عظیم مسرتیں اور جماعتی اور انفرادی ترقی کا ضامن خوشخبریاں تھیں۔ **ایک خُدا کی مجسم قدرت جو مہدی موعود سے آئی اور اس کے جانے کے بعد دوسری قدرت یعنی خلافت کا نظام۔**

دوسرا نظامِ وصیت جس کے بارے میں فرمایا: **”مجھے ایک جگہ دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔“** (رسالہ الوصیت: ص:18)

پھر آپ اس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مدفون ہونے والوں کے لیے دعا کرتے ہوئے یہ خوش نصیبی کا درجہ عنایت کرتے ہوئے فرمایا ”کہ ایسے قبرستان کے

لیے ایسی شرائط لگائی جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے اُن شرائط کے پابند ہوں۔" (رسالہ الوصیت ص:20)

نظامِ وصیت کی حیرت انگیز ترقی اور اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: "خُدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا۔اس لیے امید کی جاتی ہے کہ اشاعتِ اسلام کے لیے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعتِ اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو ان کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہو گا کہ ان تمام خدمات کو حسبِ ہدایت سلسلہ احمدیہ بجالاویں۔ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نو مسلموں کا بھی حق ہو گا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔اور جائز ہو گا کہ ان اموال کو بطور تجارت ترقی دی جائے۔" (رسالہ الوصیت ص:21)

نظامِ وصیت کی عظمت و شوکت مسیح الزّمان کے ان زور دار اور متحدیانہ الفاظ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ: "یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دُور از قیاس باتیں ہیں۔یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔" (رسالہ الوصیت ص:21)

آج دیکھیں کس شان سے یہ لفظ حرف بہ حرف پورے ہو رہے ہیں اور نظامِ وصیت ایک عالمگیر وسعت اختیار کر چکا ہے۔ہر موصی کے مرنے کے بعد بھی ایک دائمی ثواب کی نوید سناتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں؛ "اس وصیت کے لکھنے میں جس کا مال دائمی مدد دینے والا ہو گا،اس کا دائمی ثواب ہو گا اور میں دعا کرتا ہوں کہ خُدا اس میں برکت دے اور اس کو بہشتی مقبرہ بنادے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خواب گاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم کر لیا اور دُنیا کی محبت چھوڑ دی اور خُدا کے لیے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔آمین یارب العالمین۔۔۔میں پھر دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خُدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لیے ہو چکے اور دُنیا کی اغراض کی ملونی اُن کے کاروبار میں نہیں۔آمین یا رب العالمین۔۔۔پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم،اے خُدائے غفور و رحیم تُو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق،ایمان اور طاعت کا ہے بجالاتے ہیں اور تیرے لیے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فِدا کر چکے ہیں۔جن سے تُو راضی ہے اور جن کو تُو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور شراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں آمین یارب العالمین۔ (رسالہ الوصیت ص:18 – 20)

اس نظام میں شامل ہونا ایک عظیم سعادت کو پانا تھا اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنیادی طور پر کچھ شرائط رکھیں اور فرمایا؛ "چونکہ اس قبرستان کے لیے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خُدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ: **اُنْزِلَ فِيْهَا كُلُّ رَحْمَةٍ** یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اُتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔اس لیے خُدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا۔" (رسالہ الوصیت ص:20)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آسمانی نظام سے اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے تو فرمایا؛ ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اس فکر میں پڑتے ہیں کہ دسواں حصہ کُل جائیداد کا خُدا کی راہ میں دیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنا جوش دکھاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پہ اپنی مہر لگا دیتے ہیں۔

یہ فقرہ ہم سب کی بیداری کے لیے بہت کافی ہے۔ واضح طور پہ امام الزّماں نے فرمایا کہ اس نظام کے قیام کا مقصد یہ ہے اللہ مومن اور منافق میں ایک امتیاز کر کے دکھاوے گویا اس کو سچے احمدیوں کے ایمان کا ایک معیار قرار دیا ہے اور ایک مخلص احمدی کی شان یہ ہے کہ وہ ایک الٰہی نظام کی اطلاع پانے کے بعد اس میں شامل ہو جائیں گے۔ وہ اپنے عمل کے ساتھ اپنی ایمانداری کا ثبوت دیں گے۔ ہمیں یقیناً اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم ایمان میں کہاں کھڑے ہیں اور ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے۔ یہ نظام خالصتاً دُنیا سے دُکھ دور کرنے غموں کو مٹانے غرباء کی ہر ضرورت پوری کرنے اور اشاعتِ اسلام کے لیے مہدیِ زمانہ نے شروع کیا اور یہ قُرآنی آیت۔ **قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** (الانعام:163) کی تصویر ناطق ہے۔

یہ وصیت قُربانی ہے مال کی، جذبات کی، اپنے اندر ایک اخلاقی انقلاب پیدا کرنے کی۔ یہ خدمتِ اسلام کے لیے مستقل انتظام۔

اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَا عِلِہٖ کے مطابق مرنے کے بعد بھی عند اللہ اجر اور ثواب پاتا رہے گا۔ امام الزّماں کا یہ ایک فقرہ ہر نادان کے اس شک اور بد ظنی کو دور کرنے کے لیے کافی ہے۔

"کوئی نادان اس قبرستان اور اس انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسبِ وحی الٰہی ہے اور انسان کا اس میں دخل نہیں۔" (رسالہ الوصیت ص 23 حاشیہ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسیح و مہدی کا منشائے مبارک سمجھتے ہوئے اس بابرکت نظامِ وصیت میں شمولیت کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

وصیت

وصیت ہے اک آسمانی نظام — یہ جنت کے پانے کا ہے انتظام
چلے آؤ اس کی طرف دوستو! — ندا دے رہا ہے امامِ ہمام
وصیت کرو تم وصیت کرو — ہر اک کو یہی اب نصیحت کرو
نہ گھبرائیں اس کی شرائط سے ہم — مٹا دے گا مولیٰ سبھی ہمّ و غم
نہائیں گے ہم برکتوں میں سدا — شب و روز برسے گا ابرِ کرم
وصیت کرو تم وصیت کرو — ہر اک کو یہی اب نصیحت کرو

(عطاء المجیب راشد)

(الفضل انٹرنیشنل 29 جولائی تا 11 اگست 2005ء)

وصیت سے متعلق مختلف امور کی وضاحت

(نسیم مظفر ۔ مجلس للے ستروم)

سوال: آمد اور جائیداد پر شرح وصیت کیا ہے؟

جواب: ایک موصی کے لیے ضروری ہے کہ

1۔ بوقت وفات اپنی جائیداد پر 1/10 سے لے کر 1/3 حصہ کی ادائیگی کرے۔

2۔ دوران زندگی جائیداد سے حاصل ہونے والی آمد کے علاوہ تمام ذرائع سے حاصل ہونے والی آمد کا 1/10 سے لے کر 1/3 حصہ بطور چندہ وصیت ادا کرے گا۔

3۔ آمد از جائیداد پر چندہ حصہ آمد بمطابق شرح چندہ عام (1/16) ادا کرے گا۔

سوال: اگر بوقت وصیت کسی شخص کی مستقل ایک بھی آمد نہ ہو تو وہ اپنی ماہانہ آمد کیا تحریر کرے؟

جواب: اس صورت میں اسے اپنی اندازہ آمد تحریر کرنی چاہیے۔ یا چھ ماہ یا سال کی آمد کی اوسط تحریر کر دینی چاہیے۔

سوال: ایسی خاتون خانہ جو موصیہ ہو اور خود کوئی کام نہ کرتی ہو عام طور پر ان سے جیب خرچ پر چندہ لیا جاتا ہے کیا اس بارہ میں کوئی رہنما اصول ہیں؟

جواب: عورتوں کو حسب توفیق رہن سہن کے معیار کے لحاظ سے قُربانی کرنی چاہیے۔ عام طور پر بیوی کے لیے چندہ وصیت کی ادائیگی کا طریق یہی ہے کہ اگر اس کی آمدنی کوئی نہ ہو تو اس کا خاوند مناسب جیب خرچ مقرر کرے اور وہ اس کی بیوی کی آمد متصور ہو اور اس طرح مالی قُربانی کے تسلسل کو قائم رکھنے کی خاطر اس جیب خرچ پر چندہ وصیت ادا کرے۔ جیب خرچ کا تعین ہر ایک کے رہن سہن کو مد نظر رکھ کر مقرر کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا موصی طالب علم پر اپنے جیب خرچ یا وظیفہ پر چندہ وصیت کی ادائیگی لازم ہو گی؟

جواب: طالب علمی وظیفوں پر شرح کا اطلاق نہیں ہو گا۔ طلباء سے توقع رکھی جائے گی کہ وہ حسب حیثیت خود کچھ رقم معین کر کے جماعت سے افہام و تفہیم کے ذریعہ اس کے مطابق باقاعدہ چندہ ادا کریں۔

طالب علم موصیہ یا موصی 1000 کرونر پہ دسواں حصہ یعنی 100 کرونر ماہانہ ادا کرے گے۔ سمر جاب یا کوئی اور جاب کرنے پہ جو انکم ہو گی اس کا 1/10 حصہ ادا کرنا ہو گا۔ **نیز 18 سال سے کم عمر بچوں کی والدہ ان کی بارنے تھرگ پہ 1/10 حصہ ادا کرے گی۔**

سوال: کیا روز مرہ استعمال کی اشیاء مثلاً ٹی وی، کمپیوٹر، گاڑی وغیرہ دورانِ وصیت بصورت جائیداد لکھائے جا سکتے ہیں؟

جواب: مندرجہ بالا اشیاء گھریلو استعمال کے زمرے میں آتی ہیں لہذا ان اشیاء پر وصیت لاگو نہیں۔ سلائی مشین پر بھی وصیت لاگو نہیں ہے۔ اسی طرح کیمرہ ٹیپ ریکارڈ، وی سی آر وغیرہ بھی گھریلو استعمال کی اشیاء ہیں۔

سوال: بیرون ممالک میں اکثر جائیداد میں میاں بیوی کے نام پر (نصف نصف) مشترکہ ہوتی ہے ایسی صورت میں اگر ان میں سے صرف ایک موصی ہو تو اس پر کتنے حصہ کی وصیت واجب الادا ہے؟

جواب: اگر جائیداد کے حصول میں ہر دو میاں بیوی کی رقم برابر لگی ہوئی ہے اور ان میں سے موصی صرف ایک ہے تو اس کو نصف جائیداد پر حصہ جائیداد واجب الادا ہو گا۔

لیکن اگر ملکی قانون کی وجہ سے حصہ دار ہیں اور ان دونوں میں سے صرف ایک کی رقم لگی ہوئی ہے تو جس کی رقم لگی ہے اور وہ موصی ہے، تو پوری جائیداد پر حصہ جائیداد ادا کرنے کا پابند ہو گا اگر دوسرا فریق موصی ہے۔ جس کی رقم نہیں لگی ہوئی تو یہ جائیداد اس کی شمار نہ ہو گی اور نہ ہی اس پر اس کا حصہ جائیداد واجب الادا ہو گا۔

ملکی قانون شریعت پر لاگو نہیں ہو سکتا اس لیے اس (ملکیت) کی وضاحت کی جانی ضروری ہو گی۔ پہلے فریق کی وفات کے بعد ترکہ شمار ہو کر اگر دوسرا فریق موصی ہو تو اس کو شرعی حصہ کے مطابق وصیت ادا کرنی ہو گی۔

سوال: اگر کسی جائیداد کا حصہ جائیداد ادا ہو چکا ہو اور پھر اسے فروخت کر کے کوئی نئی جائیداد خرید لی جائے تو کیا اس پر بھی حصہ جائیداد ادا کرنا ہو گا؟

جواب: زمین، مکان، پلاٹ جیسی ملکیت کو فروخت کر کے حاصل ہونے والی رقم کے متعلق درج ذیل صورت ہو گی۔

اگر اسی قدر رقم سے یا اس سے کم رقم میں کوئی نئی جائیداد خریدی جائے تو ایسی نئی جائیداد پر حصہ وصیت واجب الادا نہ ہو گا۔ البتہ ایسی جائیداد سے حاصل ہونے والی آمد پر (اگر کوئی ہو) چندہ وصیت واجب ہو گا (بشرح 1/16)۔

لیکن اگر فروخت سے حاصل ہونے والی رقم میں مزید کچھ رقم ڈال کر نئی جائیداد خریدی جائے تو اس جائیداد میں نئی ڈالی گئی رقم کے تناسب سے اس جائیداد کے اس حصہ پر وصیت واجب الادا ہو گی جس تناسب سے رقم ڈالی گئی ہے لیکن ایسی جائیداد سے بھی حاصل ہونے والی آمد پر (اگر کوئی ہو) چندہ وصیت واجب الادا ہو گا (بشرح 1/16)

حصہ وصیت ادا کر چکنے کے بعد جمع شدہ نقدی اصل حالت میں رہے تو اس پر حصہ وصیت واجب الادا نہ ہو گا۔ البتہ نقد رقم سے حاصل ہونے والی آمد یا منافع پر حصہ وصیت واجب الادا ہو گا۔

سوال: زیورات فروخت کر کے حاصل کرنے والی اشیاء کے متعلق کیا صورت ہو گی؟

جواب: ایسے زیورات جن پر حصہ وصیت ادا کیا جا چکا ہے، کو فروخت کر کے اگر کوئی نئے زیورات اسی قدر رقم سے خریدے جائیں جتنے میں پہلے فروخت کیے گئے تھے تو ایسی صورت میں نئے خرید کردہ زیورات پر حصہ وصیت واجب الادا نہ ہو گا۔ البتہ دفتر وصیت کو یہ اطلاع واضح طور پر دینا ہو گی کہ مندرج ذل نئے (نئے زیورات کی قسم اور وزن کی تفصیل ساتھ منسلک کریں) زیورات سابقہ زیورات کی فروخت سے حاصل شدہ رقم سے خریدے گئے ہیں۔ لیکن اگر فروخت سے حاصل ہونے والی رقم میں مزید کچھ رقم ڈال کر نئے زیورات خرید کیے جائیں تو ان نئے زیورات میں نئی ڈالی گئی رقم کے تناسب سے حصہ وصیت واجب الادا ہو گا جس تناسب سے رقم ڈالی گئی ہو۔

(مالی قربانی ایک تعارف۔ صفحہ 163 تا 168)

سوالات اسلامی اصول کی فلاسفی

1) کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کس کی تصنیف ہے اور کب لکھی گئی؟

کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیف ہے۔ دراصل یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مضمون ہے جو 1896ء میں جلسہ مذاہب عالم میں پڑھا گیا۔

2) اس مضمون کے لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

ہندوؤں کے ایک معزز فرد سوامی شوگن چندر نے مذاہب عالم کی ایک کانفرنس کی تجویز پیش کی جس میں اسلام کی نمائندگی کرنے کے لیے یہ کتاب لکھی گئی۔

3) جلسہ مذاہب عالم کے منتظمین نے سب مذاہب کے سامنے کون سے پانچ بنیادی اور اہم سوال رکھے تھے؟

1. انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں
2. انسان کی زندگی کے بعد کی حالتیں یعنی عقبیٰ
3. دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے۔
4. کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔
5. علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

4) حضرت منشی جلال الدین صاحب بلانویؓ نے اس کتاب کے لیے دعا کے بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ اسلام کی کیا روایت بیان کی ہے؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **"میں نے اس مضمون کی سطر سطر پر دعا کی ہے"**۔

5) اس کتاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت حضرت اقدس کو بذریعہ الہام کیا فرمایا؟

"یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔" چنانچہ جلسہ مذاہب عالم کے انعقاد سے کئی دن پہلے ایک اشتہار کے ذریعہ اس بات کا اعلان کر دیا گیا کہ یہ مضمون سب مضامین پر غالب آئے گا۔ اور واقعی ایسا ہوا۔ اس طرح یہ مضمون خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان بنا۔

6) اس جلسہ میں کن کن مذاہب کی نمائندگی ہوئی اور سامعین کی تعداد کتنی تھی؟

اسلام۔ مسیحیت۔ سناتن دھرم۔ برہمو سماج۔ آریہ۔ سکھ۔ فری تھنکرز۔ ریلیجن آف ہارمنی۔ تھیو سافیکل سوسائٹی۔ اور سامعین کی تعداد سات آٹھ ہزار اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب پر مشتمل تھی۔

7) دوسرے مذاہب کے علمی حلقوں میں کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کی مقبولیت کی کیا وجہ ہے؟
اس کتاب میں دوسرے مذاہب پر کوئی تنقید کیے بغیر اہم اسلامی مسائل کی فلاسفی مثبت رنگ میں پیش کی گئی ہے۔ اس لیے یہ دوسرے مذاہب کے علمی حلقوں میں مقبول ہے۔

8) اس مضمون کے بارے میں حضرت اقدس نے عالم کشف میں کیا دیکھا؟
آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ: "میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھونے سے اس محل میں ایک نور ساطع (چمکتا ہوا) نکلا جو اردگرد پھیل گیا۔ اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا **اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ۔**

9) اسلامی اصول کی فلاسفی کی ہر بات کو قرآن مجید سے بیان کرنے کا کیا فائدہ؟
1. ناظرین کو موازنہ و مقابلہ کرنے میں آسانی ہوا
2. قرآن کریم کی شان ظاہر ہو۔

10) حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتوں کے بارے میں کتنے سرچشمے ٹھہرائے ہیں؟
تین۔
1. نفس امارہ
2. نفس لوامہ
3. نفس مطمئنہ

11) اخلاقی حالتیں پیدا ہونے کا کیا فائدہ ہے؟
انسان دوسرے حیوانات کی مشابہت سے نجات پاتا ہے۔ انسان کا نفس انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ انسان شتر بے مہار کی طرح چارپایوں کی سی زندگی بسر کرے۔ بلکہ اچھے اخلاق اپنانا چاہتا ہے۔ طبعی جذبات اور خواہش عقل کے مشورہ سے ظاہر کرنا چاہتا ہے۔

12) نفس مطمئنہ میں انسان کے نفس کی کیا حالت ہوتی ہے؟
اس مرتبہ میں نفس تمام کمزوریوں سے نجات پاکر روحانی قوتوں سے بھر جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ایسا پیوند کرلیتا ہے کہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

13) انسان کی طبعی حالتوں کا روحانی اور اخلاقی حالتوں سے کیا تعلق ہے؟
اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایت کے مطابق کام لیا جائے تو یہ تمام حالتیں اخلاقی ہو جاتی ہیں اور روحانیت پر گہرا اثر کرتی ہیں۔

14) کیا غذاؤں کا بھی دل اور دماغ کی قوتوں پر اثر ہوتا ہے؟

جی ہاں۔ جو لوگ گوشت نہیں کھاتے آہستہ آہستہ ان میں شجاعت کم ہو جاتی ہے۔ گوشت خور جانور گھاس خور جانور اور پرندوں کی نسبت زیادہ شجاعت رکھتا ہے۔ اور رات دن گوشت کھانے والے حلم اور انکسار کے خلق میں کمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور میانہ روی اختیار کرنے والے دونوں خلق کے وارث ہوتے ہیں۔

15) قرآن مجید کے نزول کا مقصد کیا تھا؟

قرآن شریف کا کام دراصل روحانی مردوں کو زندہ کرنا تھا۔ تاکہ انسانوں کو حیوانوں سے انسان بنادے اور انسان سے با اخلاق انسان بنادے اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بنادے۔ اسی لیے قرآن مجید تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل اور اتم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

16) انسانی حالت کی اصلاح کے کون سے تین طریقے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں؟

1. یہ کہ بے تمیز وحشیوں کو اس ادنیٰ خلق پر قائم کیا جائے کہ وہ کھانے پینے اور شادی وغیرہ تمدنی امور میں انسانیت کے طریقے پر چلیں۔
2. کہ جب کوئی ظاہری آداب انسانیت کے حاصل کرلے تو اس کو بڑے بڑے اخلاق انسانیت کے سکھلائے جائیں اور انسانی قویٰ جو کچھ بھرا پڑا ہے۔ ان سب کو محل اور موقع پر استعمال کی تعلیم دی جائے۔
3. کہ جو لوگ اخلاق فاضلہ سے متصف ہوگئے ہیں۔ ایسے خشک زاہدوں کو شربت محبت اور وصل کا مزا چکھایا جائے۔

17) خَلق اور خُلق میں کیا فرق ہے؟

خَلق ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق باطنی پیدائش کا نام ہے۔ یعنی ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتوں کا نام خُلق ہے۔ مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے۔ اس کے مقابل دل میں جو قوت ہے اس کا نام رقت ہے، ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اس کے مقابل دل میں جو قوت ہے اس کا نام شجاعت ہے۔ تمام قوتوں کو موقع اور محل کے لحاظ سے استعمال کیا جائے تو یہ اخلاق کہلاتی ہیں۔

18) انسانی آداب قرآن مجید کی جن سورتوں میں بیان ہوئے ہیں چند کے نام بتائیں۔

سورت النساء، المائدہ، النور، البقرہ، المجادلہ، الأعراف، المدثر، لقمان، الذریات۔

19) قرآن کریم کس طرح کامل کتاب ہے؟

قرآن کریم نے انسانی اصلاح کا سارا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ انسانی تربیت کے تمام مراتب بیان فرمائے۔ وحشیوں کو انسانیت کے آداب سکھائے اور پھر انسانی صورت بنانے کے بعد اخلاق فاضلہ کا سبق دیا۔ جب کہ پہلی کتب ایک خاص قوم سے واسطہ رکھتی تھیں۔

20) خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛ **وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ۔** (البقرہ:187) اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

دھنک کے رنگ آپ کے سنگ

حدیث نبوی ﷺ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت کا طریق محمد ﷺ کا ہے۔ بدترین فعل دین میں نئی نئی بدعات کو پیدا کرنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوۃ حدیث:1435)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”میرے ساتھ اگر بیعت کا اقرار ہے تو پھر اپنے عمل اس تعلیم کے مطابق بناؤ جو خدا تعالیٰ نے ایک مومن کے لیے بیان فرمائی ہے ورنہ بیعت کا دعویٰ صرف دعویٰ ہے۔“

(جلسہ سالانہ برطانیہ، مستورات سے خطاب 03 اگست 2019ء)

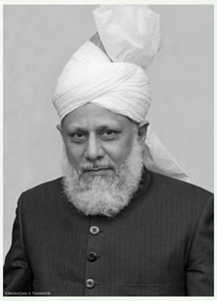

ارشاد حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز:

”عاجزی اور انکساری ایک ایسا خلق ہے جب کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو اس کے ماحول میں اور اس سے تعلق رکھنے والوں میں باوجود مذہبی اختلاف کے جس شخص میں یہ خلق ہو اس پر انگلی اٹھانے کا موقعہ نہیں ملتا بلکہ اس خُلق کی وجہ سے لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، اس سے تعلق رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ہمیں تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ عاجزی اگر کسی میں نظر آتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہے۔“

(خطبہ جمعہ 2 جنوری 2004ء بحوالہ الاسلام)

سنہری الفاظ

”یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ دنیا کی محبت سے رب نہیں ملتا لیکن رب کی محبت سے دنیا اور آخرت دونوں مل جاتی ہیں۔“

”انسان اکڑ کر ایک ٹیلے پر نہیں چڑھ سکتا لیکن جھک کر کوہ ہمالیہ پر پہنچ سکتا ہے جھکنا سیکھیں تاکہ بلندی نصیب ہو۔“

”لوگوں کی باتوں کو دل پر مت لیا کریں لوگ تو امرود کو بھی میٹھا ہونے کی شرط پر خریدتے ہیں اور بعد میں نمک لگا لگا کر کھاتے ہیں“

”سچائی کے راستے پر چلتے ہوئے اگر اکیلے رہ جاؤ تو مایوس مت ہونا کیونکہ اکیلا سورج ہی اندھیرے کو روشنی میں بدل دیتا ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”کوئی تمہارا دل دکھائے تو ناراض مت ہونا۔ کیونکہ قدرت کا قانون ہے کہ جس درخت کا پھل زیادہ میٹھا ہوتا ہے لوگ پتھر بھی اسی کو مارتے ہیں۔“

گھریلو آزمودہ ٹوٹکے

- سارا دن پھرنے کے بعد پاؤں تھک گئے ہوں تو نیم گرم پانی کے ٹب میں نمک ڈال کر پاؤں ڈبو کر پندرہ منٹ کے لیے بیٹھیں، بہت سکون ملے گا اور تھکاوٹ دور ہو جائے گی۔
- سرسوں کے تیل اور دہی کو ملا کر سر میں مساج کرنے سے خشکی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔
- رات کو ایک کپ دودھ میں دو چمچے شہد ملا کر پی لیں قبض دور ہو جائے گی۔
- بعض اوقات چوٹ لگنے سے نیل پڑ جاتا ہے جو بہت بد نما لگتا ہے شہد میں تھوڑا سا نمک ملا کر نیل پر لیپ کرنے سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔
- چھری سے ہاتھ کی انگلی کچن میں کام کرتے ہوئے کٹ جائے تو شہد کو ململ کے ٹکڑے پر لگا کر زخم پر رکھ دیں، ٹھیک ہو جائے گا۔
- پلکوں کو گھنا کرنے کے لیے رات کو سونے سے قبل کسٹرآئل روئی کی مدد سے لگائیں اور مہینے بھر بعد میں فرق دیکھیں۔
- بعض اوقات راتوں کو دیر تک جاگنے، گرمیوں میں دوپہر کو دیر تک سونے یا کسی بھی وجہ سے آنکھوں کے نیچے سوجن سی ہونے لگتی ہے اس کے لیے سر کے نیچے سے تکیہ نکال دیں اور چائے کا قہوہ ہلکا سا ایک پیالی میں لے لیں اور اس میں برف کی ڈلیاں ڈال لیں۔ اس ٹھنڈے قہوہ میں روئی بھگو کر پر ہلکا سا نچوڑ کر آنکھوں پر رکھ کر لیٹ جائیں۔ تھکی ہوئی آنکھوں پر برف کی ڈلیاں رومال میں لپیٹ کر رکھنے سے بہت سکون ملتا ہے یا صاف چھوٹے سے تولیے کو ٹھنڈے برف والے پانی میں ڈبو کر آنکھوں میں رکھیں۔

چکن و یجیٹیبل گریوی

(سرور مبارک – مجلس نور ستر اند)

اشیاء:

مرغی کا گوشت بغیر ہڈی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کٹے ہوئے – 3/4 کپ	**شملہ مرچ** – 2 عدد	**چائنیز سالٹ** – 1/4 چائے کا چمچ
یخنی – ایک کپ	**پیاز** – ایک عدد	**سویا ساس** – 2 چائے کے چمچ
گاجریں – 2 عدد، میڈیم سائز	**پھول گوبھی** – 1/2	**چلی گارلک ساس** – 1 ٹیبل سپون
	ہری مرچیں – 3 عدد	**لہسن** – تین سے چار جوئے
	کارن فلور – 2 سے 3 چائے کے چمچ	**نمک اور کالی مرچ** – حسب ذائقہ

ترکیب: ایک دیگچی میں ڈیڑھ چمچ تیل ڈال کر اس میں لہسن کوٹ کر ڈال دیں اور چولہے پر رکھ دیں جب لہسن ہلکا براؤن ہو جائے تو اس میں فلے کے ٹکڑے ڈال دیں، تھوڑا سا نمک اور اس میں چلی گارلک ساس شامل کریں اور چمچ ہلاتی رہیں۔ تین چار منٹ تک ٹکڑے گل جائیں گے۔ اب گوبھی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ڈال دیں۔ چٹکی بھر نمک اور باقی مصالحہ جات بھی ڈال دیں تاکہ تمام سبزی میں جذب ہو جائے اب دیگچی میں گاجر گول گول کاٹ کر ڈالیں اور ہلکا سا براؤن کرنے کے بعد شملہ مرچ کو لمبائی کے رُخ ایک انچ چوڑے ٹکڑے کر لیں اور اسی طرح پیاز کو چار حصوں میں کاٹ کر ایک ایک پرت علیحدہ کر لیں۔ شملہ مرچ کو ایک منٹ سے زیادہ نہ بھونیں۔ اس کے بعد تمام بچے ہو مصالحے بھی ڈال دیں۔ اس آمیزے میں ایک کپ یخنی بھی شامل کر دیں آخر میں کارن فلور کو ٹھنڈے پانی میں گھول کر دیگچی میں ڈال دیں گریوی تیار ہے۔

مکئی کی میٹھی روٹی

(سرور مبارک – مجلس نور ستر اند)

اشیاء:

مکئی کا آٹا – 1 کپ	**چینی** – 1/2 کپ	**نمک** – چٹکی بھر
انڈا – 1 عدد	**دودھ** – 1/2 کپ	**سونف** – حسب پسند

ترکیب: سب سے پہلے انڈا اچھینٹ لیں پھر باقی تمام اشیاء ملا کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ اگر ضرورت ہو تو پانی بھی ملا سکتی ہیں۔ اس مکسچر کو پکوڑوں جتنا گاڑھا ہونا چاہیے۔ فرائی پین اچھی طرح گرم کر لیں، پھر ایک چمچ تیل یا پھر مکھن ڈال کر مکسچر ڈالیں اور آملیٹ کی طرح پھیلا دیں۔ ایک طرف سے پکنے پر اُلٹا لیں۔ ناشتے میں یا چائے کے ساتھ کھائیں۔

نیند پر ایک تحقیقی تحریر

قرآن اور جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں

(ڈاکٹر نبیلہ انور – مجلس نتیداں)

ہر رات ہم بستر پر لیٹتے ہیں۔ آنکھیں بند کرتے اور نیند ہمیں اپنی پُر سکون آغوش میں لے لیتی ہے۔ یہ وہ پیاری اور میٹھی نیند ہے جس میں انسان تقریباً اپنی ایک تہائی زندگی گزار دیتا ہے لیکن کبھی اس پر غور و فکر نہیں کرتا اور کبھی سوچتا بھی نہیں کہ یہ نیند ہے کیا؟ شعور کو عملی طور پر معطل، اعصابی نظام کو نسبتاً غیر فعال اور آنکھوں کو بند کر کے جسم اور ذہن کو آرام پہنچانے کے فطری عمل کو نیند کہتے ہیں۔ نیند کے دوران انسان اپنے ماحول سے بے خبر رہتا ہے۔ رات کو چند گھنٹوں کی نیند انسان کی فطری و بنیادی ضرورت ہے۔ کوئی انسان اس ضرورت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

نیند کی اہمیت اور ضرورت

جس طرح زندگی کی بقا کے لیے کھانا پینا اور سانس لینا ضروری ہے، اسی طرح سونا اور آرام کرنا بھی ذہنی و جسمانی صحت اور تندرستی کے لیے اہم ہے۔ رات کو چند گھنٹوں کی نیند انسان کی فطری و بنیادی ضرورت ہے۔ کوئی انسان اس ضرورت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق جب انسان گہری نیند سو جاتا ہے، تب دماغ کا ایک کار خانہ دن بھر کے کام کاج کے دوران انسانی صحت کو نقصان پہنچانے والا جو زہریلا فضلہ دماغ میں جمع ہوتا ہے اُسے نکال باہر کرتا ہے اور پوری دماغ کی مرمت کر کے اُسے نئی توانائی فراہم کرتا ہے جس سے دماغ اور جسم از سر نو مضبوط و کارآمد بن جاتا ہے۔ پر سکون نیند انسان کی اچھی صحت، جسمانی و ذہنی قوت، قوتِ حافظہ و تخیل، خوش مزاجی اور حسن کارکردگی کے لیے اہم ترین ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ نیند ہی انسان کو چاک و چوبند اور ہشاش بشاش رکھتی ہے۔ بے سکون نیند یا نیند کی کمی انسانی دماغ پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے اور بے شمار جسمانی و دماغی بیماریوں کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ نیند کی کمی سے انسان ہر وقت اونگھ یا غنودگی کی حالت میں رہتا ہے، تھکاوٹ محسوس کرتا ہے، جسم و ذہن صحیح طرح کام نہیں کرتا، لہٰذا روزمرہ کے کام پر صحیح طرح توجہ نہیں دے پاتا۔ نیند کی کمی سے انسان میں قوت برداشت کم ہو جاتی ہے اور طبیعت میں جھنجلاہٹ و چڑچڑاہٹ پیدا ہوتی ہے جس سے انسان جھگڑالو بن جاتا ہے اور ازدواجی و سماجی زندگی میں فساد کا باعث بنتا ہے۔

کم خوابی کے ذہن اور جسم پر اثرات

ترقی یافتہ ممالک میں موت کا سبب بننے والے تقریباً تمام امراض کا تعلق کسی نہ کسی طور نیند کی کمی سے ہے۔ ان میں الزائمر یا بھولنے کی بیماری، کینسر، امراضِ قلب، موٹاپا، ذیابیطس، ڈپریشن، ذہنی پریشانی اور خودکشی کا رجحان شامل ہیں۔ کیونکہ ہمارے جسم اور دماغ میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت نیند کے دوران ہوتی ہے اور ہم تازہ دم ہو کر بیدار ہوتے ہیں۔ لیکن اگر نیند پوری نہ ہو تو مرمت بھی نامکمل رہتی ہے۔

کتنی دیر سونا ضروری ہے؟

مختصر جواب ہے سات سے نو گھنٹے۔ سات گھنٹے سے کم نیند جسمانی اور ذہنی کارکردگی اور بیماریوں کے خلاف جسم کے مدافعتی نظام کو متاثر کرتی ہے۔20 گھنٹے تک مسلسل جاگتے رہنے کا اثر انسان پر ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ کسی نشہ آور چیز کے قانونی حد سے زیادہ لینے کا۔ نیند کی کمی کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو فوری طور پر اس کے برے اثرات کا علم نہیں ہوتا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی نشہ میں دھت شخص خود کو بالکل ٹھیک ٹھاک سمجھتا ہے۔ مگر آپ جانتے ہے کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔

گردو پیش

ہم رات کی تاریکی سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ ہمیں اچھی اور صحت افزا نیند کے لیے ایک ہارمون یا کیمیائی مادے 'میلاٹونِن' کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمارا جسم صرف تاریکی میں ہی پیدا کرتا ہے۔ بدقسمتی سے صنعتی ترقی کے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ اب ہم مسلسل روشنی میں نہائے رہتے ہیں۔ یہ ایل ای ڈی سکرینز کے ساتھ بدتر ہوجاتا ہے کیونکہ نیلے رنگ کی روشنی میلاٹونن کی پیداوار کو اور کم کردیتی ہے۔

کیا نقصان کا ازالہ ممکن ہے؟

ہاں اور نہیں: گزرا ہوا وقت تو واپس نہیں آسکتا مگر اچھی تبدیلی کسی وقت بھی لائی جاسکتی ہے۔ یہ خیال کہ آپ کھوئی ہوئی نیند بعد میں پوری کر سکتے ہیں غلط ہے۔ اس لیے ہفتے بھر کم سونا اور چھٹی والے دن حد سے زیادہ سونا کھوئی ہوئی نیند کا مداوا کبھی نہیں کرسکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ روزمرہ کے معمولات میں تبدیلی لائی جائے اور نیند کو پورا وقت دیا جائے۔

نیند کے بارے میں تصورات اور رویے

ایک بڑا مسئلہ نیند کے بارے میں ہمارا تصور ہے۔ اگر آپ کسی سے کہیں کہ نو گھنٹے کی نیند ضروری ہے تو وہ آپ کو عجیب نظروں سے دیکھے گا۔ کیونکہ عام لوگوں کے خیال میں اتنی دیر تو کوئی کاہل شخص ہی سوتا ہے۔ زیادہ سونے کی عادت اتنی بدنام ہوگئی ہے کہ لوگ فخریہ بتاتے ہیں کہ وہ کتنا کم سوتے ہیں۔

اچھی نیند لینے کے گُر

ماہرین کا کہنا ہے پرسکون اور اچھی نیند کے لیے ان طریقوں سے مدد مل سکتی ہے۔ ہر روز ایک ہی وقت پر اٹھیں۔ سونے کے لیے بستر پر جانے سے پہلے دن بھر کی پریشانیوں اور مسائل کو بھول جایے اور ان کے بارے میں ہرگز ہرگز نہ سوچیے۔ ایسے وقت میں سونے کی کوشش کریں جب آپ تھکے ہوئے ہو۔ ہلکا پھلکا لباس پہنیں۔ تکیے کو سر کے نیچے اس انداز میں رکھیں کہ آپ کو آرام محسوس ہو۔ خود کو اندھیرے کا عادی بنائیں، بستر میں لیٹنے سے ایک گھنٹہ پہلے لائٹ دھیمی کردیں اور سکرینز بند کردیں۔ درجۂ حرارت کو اٹھارہ ڈگری سینٹی گریڈ تک رکھیں جو کہ آئیڈیل ہے۔ اگر بستر پر 15 منٹ تک لیٹے رہنے کے بعد بھی نیند آتی محسوس نہ ہو تو آنکھیں بند کر کے لیٹے رہنے کی بجائے کوئی ایسا کام شروع کریں جس سے ذہنی دباؤ میں کمی آئے اور آپ سکون محسوس کریں۔ مثلاً کچھ پڑھیں یا کچھ لکھیں۔ تاہم ٹیلی ویژن دیکھنے سے احتراز کریں۔**2**۔ رات کی پرسکون نیند کے لیے دن کے وقت قیلولہ نہ

کریں۔3۔سونے سے کم از کم چار گھنٹے پہلے تک کافی یا چائے نہ پیئیں۔سوتے وقت سگریٹ یا تمباکو کی مصنوعات سے دور رہیں۔ سے دور رہیں۔4۔ بھوکے پیٹ یا بہت زیادہ کھانے کے فوراً بعد سونے کی کوشش نہ کریں۔ بہتر نیند کے لیے ضروری ہے کہ رات کا کھانا ہلکا پھلکا اور زود ہضم ہو۔5۔باقاعدگی سے وزرش کی عادت اپنائیں اور رات کو سونے سے کم از کم تین گھنٹے پہلے تک کوئی سخت ورزش نہ کریں۔ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر بے خوابی کی وجہ سوتے میں سانس لینے والی رکاوٹیں ہوں تو ڈاکٹر سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔کیونکہ سوتے میں آنکھ کھلنے کی وجہ پوری مقدار میں آکسیجن کا نہ ملنا ہوتا ہے۔ایسی صورت میں بعض سنگین نتائج سامنے آسکتے ہیں جن میں آکسیجن کی کمی کے باعث دماغ کی کارکردگی کا متاثر ہونا، نیم بے ہوشی طاری ہونا، خون کا زیادہ دباؤ اور دل کی بیماریاں شامل ہیں۔

نیند کے متعلق قرآنی نظریہ

نیند کی اہمیت اور ضرورت کو اللہ تعالیٰ نے 1500 سال پہلے ہی قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ پر ظاہر فرمادی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اس جگہ رات اور دن کے چکر کی مثال دے کر اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے متواتر کام نہیں کرسکتا۔اگر اسے متواتر کام پر لگا دیا جائے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ تھک جائے گا اور پھر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ گا انسان کی اس کمزوری کو ڈھانپنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رات بنائی۔جو اسے دوبارہ کام کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔یہی حالت روحانی ترقیات کے لیے بھی ہے۔
(تفسیر کبیر سورۃ النمل آیت 87)

اسی طرح آپ آیت 67 کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ غرض جس طرح رات کو اللہ تعالیٰ نے سکون کے لیے اور دن کو سامانِ معشیت کے لیے بنایا ہے اور دانا انسان وہی ہوتا ہے جو رات سے بھی فائدہ اٹھائے اور دن سے بھی۔رات کو سو کر اپنے اندر نئی طاقتیں پیدا کرے۔ اور دن کو کام کر کے پہلے سے بھی زیادہ ترقی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قبض اور بسط کا سلسلہ انسان کی روحانی ترقی کے لیے جاری کیا ہے۔ تاکہ ہر حالتِ قبض کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ آسمان وروحانی کی طرف پرواز کرے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کی شکر گزاری کا زیادہ سے زیادہ مادہ پیدا ہو۔

آگے سورۃ الفرقان کی آیات 48 کی تفسیر میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔اس میں بتایا کے رات اور دن کا تسلسل اور انسانی نیند بھی خدا تعالیٰ کے احسانات کا ایک ظہور ہیں۔رات تو انسان کے لیے لباس کا کام دیتی ہے اور اس کے بہت سے عیوب ڈھانپ لیتی ہے۔چناچہ سوتے وقت کی کئی حالتیں ایسی ہوتی ہیں جو اگر دن کے وقت ظاہر ہوں تو لوگوں کو بہت معیوب دکھائی دیں مگر رات کی تاریکی کی وجہ سے وہ دوسروں کی نظر سے اوجھل رہتی ہیں۔کیونکہ وہ خود بھی اس وقت سو رہے ہوتے ہیں۔اور اس طرح انسان کے کئی نقائص پر پردہ رہتا ہے۔اسی طرح نیند انسانی راحت اور آرام کا موجب بنتی ہے۔اور جسم نئے سرے سے طاقتیں حاصل کر لیتا ہے۔اگر نیند نہ آئے تو انسان چند دنوں میں ہی پاگل ہو جائے۔یہ نیند ہی ہے جس کی وجہ سے انسان کی ساری طاقتیں برقرار رہتی ہیں اور وہ ہر صبح تازہ دم ہو کر اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔

دعائیہ اعلانات

❖ اشاعت ٹیم کی تمام ممبرات کی صحت و سلامتی اور لجنہ گروپ اے کی بچیوں، واقفات اور ناصرات کی دینی و دنیاوی کامیابیوں اور نیک نصیب کے لیے درخواستِ دعا ہے۔

❖ محترمہ نداء النصر اپنے لیے اور اپنے بچوں کی صحت اور لمبی زندگی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

❖ محترمہ رعنا گل انور محترمہ عندلیب اور عزیزہ کاظمہ اپنے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

❖ محترمہ سلطانہ قدوس صاحبہ اپنی امی کی صحت اور سلامتی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

❖ محترمہ نصرت ادریس صاحبہ لکھتی ہیں کہ میرے بیٹے نبیل ناصر مربّی سلسلہ اسلام آباد یوکے اور نائلہ ناصر کو اللہ تعالیٰ نے شادی کے چھ سال بعد بیٹی سے نوازا ہے الحمد للہ۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچی کا نام یاسمین جاذبہ ناصر تجویز فرمایا ہے۔بچی وقف نو تحریک میں شامل ہے۔بچی کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر، نیک، خادم دین اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کے لیے درخواست دعا ہے۔

❖ محترمہ سعیدہ نعیم صاحبہ اپنے بچوں کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں کہ مولا کریم ان کو تاحیات ایمان وعافیت کے ساتھ تندرست و سلامت اور شادو آباد رکھے۔کسی کا محتاج نہ کرے اور ہر وقت اپنی پناہ میں رکھے۔

❖ محترمہ فوزیہ خلیل صاحبہ اپنے پیارے آقا کی لمبی زندگی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں اور خدا ہر آن آپ کا حامی و ناصر ہو۔اپنی امی جان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و تندرستی والی زندگی عطا فرمائے اور اپنے شوہر اور اپنی صحت کے لیے، اپنی بیٹیوں کے نیک نصیب کے لیے نیز اپنے نواسوں کے لیے کہ خدا انہیں صحت و تندرستی والی زندگی عطا فرمائے اور خادم دین بنائے اور دین و دنیا میں کامیاب کرے اور اللہ بیٹیوں کو ہمیشہ خوش و خرم اور آباد رکھے۔آمین سب کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

❖ محترمہ عفت وحید صاحبہ اپنی اور فیملی کی صحت اور اپنے بچوں کی کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں کہ اللہ انہیں صحت و تندرستی والی زندگی عطا کرے اور دین کی خدمت کی توفیق دیتا چلا جائے۔آمین

❖ محترمہ فرحت شکیل صاحبہ اپنی اور اپنی فیملی کی صحت و سلامتی کے لیے دعا کی عاجزانہ درخواست کرتی ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(آصفہ کوکب – از شعبہ وقفات)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ جن کے بلند مقام کا اندازہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "فاطمہ بہشت میں جانے والی عورتوں اور ایمان لانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔ نیز فرمایا کہ فاطمہ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور آپ کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ معظمہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ بعض روایات کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش بعثت نبوی کے پہلے سال ہوئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بچپن سے ہی نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کم سنی میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ شفیق باپ کے زیر سایہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی شروع ہوئی تو اسلام کے دشمنوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جانے والی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے سامنے کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینک دی جاتی تو کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد کے جسم مبارک کو پتھروں سے لہولہان ہوتا دیکھنے کی اذیت سے دوچار ہوتیں۔ مگر اس کم سنی کے عالم میں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نڈر ہو کر اپنے بزرگ باپ کی مددگار بنی رہیں۔

ایک مرتبہ کسی بدبخت نے آپ ﷺ کے سر پر خاک ڈال دی۔ جب رسول کریم ﷺ گھر تشریف لے آئے تو آپ ﷺ کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کا مٹی بھرا سر دھوتی جاتیں اور ساتھ ساتھ روتی جاتی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ بیٹی! رونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا محافظ ہے۔ سنہ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کی درخواست کی جسے حضور ﷺ نے بخوشی قبول فرمایا۔ اس بابرکت نکاح کا اعلان خود رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس میں مہاجرین اور انصار کے بزرگ شامل ہوئے۔ خطبہ کے بعد آنحضور ﷺ نے چھوہارے تقسیم کروائے اور اس سرور کائنات نے نہایت ہی سادگی سے اپنی بیٹی کو رخصت کیا۔ ضرورت کی چند گھریلو چیزیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی گئیں ان میں کمبل، تکیہ، چارپائی، بستر، چادر، آٹا پیسنے کی چکی، چھانٹی، مشکیزہ، پیالہ اور دو گھڑے شامل تھے۔ یہ تھی بوقت شادی سرکار دوعالم ﷺ کی بیٹی کی کل کائنات۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی بھی بہت درویشانہ تھی۔ دعوت ولیمہ تک کے لیے کچھ انتظام نہ تھا۔ چنانچہ جنگل سے گھاس کاٹ کر شہر کے سناروں کو بیچ کر ولیمے کے لیے رقم اکٹھی کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر جب یہ بھی ممکن نہ ہو سکا تو خود رسول اکرم ﷺ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اعانت سے پروقار ولیمہ کی تقریب ممکن ہوئی۔ جو کھجور، منعقہ، جو کی روٹی، پنیر اور شوربے کی دعوت تھی۔ اس زمانے کے اقتصادی حالات، غربت اور سادگی کا اندازہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس زمانے میں اس دعوتِ ولیمہ سے بہتر کوئی ولیمہ نہ ہوا۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم ﷺ کے سایہ محبت میں پروان چڑھیں آپ ﷺ کی محبت بھری تربیت کا ہی اثر تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بھی آپ ﷺ کی پاکیزہ سیرت کا رنگ نظر آتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے چال ڈھال، طور اطوار اور گفتگو میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر آنحضور ﷺ کے مشابہ کوئی نہیں دیکھا۔ سیدہ

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے اور محبت سے ان کا ہاتھ تھام لیتے اور اسے بوسہ دیتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ساتھ بٹھا لیتے تھے۔ اور جب آنحضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی احترام میں کھڑی ہو جاتیں، آپ ﷺ کا ہاتھ تھام کر اسے بوسہ دیتیں اور آنحضور ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھاتیں۔ رسول اکرم ﷺ مدینہ سے روانہ ہوتے وقت سب سے آخر میں اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مل کر جاتے اور واپسی پر مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی آکر ملتے۔ آپ ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا **جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے رسول کو ایذا دی۔**

جہاں حضرت محمد ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے پناہ محبت تھی وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دلی محبت کے جزبہ سے اپنے مقدس والد کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھیں اور حتی الوسع ان کی خدمت کی توفیق پاتیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غزوات میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ شریک ہو کر آپ ﷺ کی خدمت کی توفیق پائی۔ جنگ مبارک میں آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی اور لہولہان ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کی مرہم پٹی کی۔

ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا کہ کسی روز ہم رسول کریم ﷺ کو اپنے ہاں دعوت پر بلاتے ہیں تاکہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور ﷺ کو کھانے پر بلالیا جب آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنا قدم مبارک چوکھٹ پر رکھا تو آپ ﷺ کی نظر گھر کے ایک کونے میں تصویروں والے پردے پر پڑی، جسے دیکھتے ہی آپ ﷺ واپس تشریف لے گے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ جا کر پتہ کریں کہ حضور ﷺ کس وجہ سے واپس تشریف لے گے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پیچھے گیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ کس چیز نے آپ ﷺ کو واپس لوٹا دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لیے یا کسی اور نبی کے لیے کسی ایسے گھر میں داخل ہونا مناسب نہیں جہاں تصویروں والے نقش و نگار ہوں۔ اس واقعہ سے رسول کریم ﷺ کے اس حسن تربیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے جس کا آپ ﷺ اپنی اولاد کے لیے خیال رکھتے تھے۔ سن 10 ہجری میں آنحضرت ﷺ کے وصال سے ایک روز قبل آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا بھیجا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں کچھ بات فرمائی۔ جس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ پھر آپ ﷺ نے بلا کر کان میں کچھ کہا جس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ پہلی دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا۔ جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملو گی تو میں ہنسنے لگی۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے پانچ اولادیں عطا فرمائیں جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ شادی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صرف نو برس زندہ رہیں اس نو برس میں شادی کے دوسرے سال حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور تیسرے سال حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر غالباً پانچویں سال حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ساتویں سال حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نویں سال حضرت محسن بطنِ مادر میں ہی فوت ہوگئے۔ اس جسمانی صدمہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی جانبر نہ ہو سکیں۔ اس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد بزرگوار رسولِ خدا ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی تین رمضان سن ۱۰ ہجری میں اکیس، بائیس برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پا گئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔

(ماخوذ از اہل بیت رسول باب اولاد النبوی صفحہ 276 تا 293)

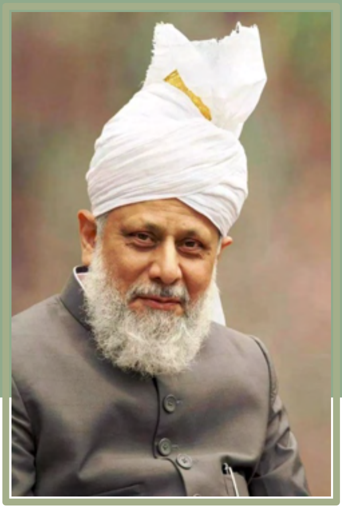

واقفات کارنر

حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ہائر ایجوکیشن حاصل کرنے والیں جرمنی کی طالبات سے ملاقات (آن لائن 28-11-2021)

(نبیلہ چیمہ - از شعبہ واقفات)

ایک ممبر لجنہ نے پوچھا کہ بسا اوقات بچوں کی تربیت کے معاملے میں والدین کے خیالات نہیں ملتے مثلاً اگر والدہ اپنے بچے کو وقف کرنا چاہتی ہے اور والد نہیں یا والد چاہتے ہیں اور والدہ نہیں تو ایسی صورت میں کیا فیصلہ کرنا چاہیے۔

حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ اگر وقف نو میں پیش کرنا ہے تو دونوں کا آپس میں agree ہونا ضروری ہے۔ نہیں تو پھر وہ گھر میں چخ چخ بخ بخ رہے گی اور صحیح طرح بچے کی تربیت بھی نہیں ہو سکے گی۔ اور پھر اگر ماں کی یہ شدید خواہش ہے کہ بچہ وقف ہو یا باپ کی خواہش ہے کہ بچہ وقف ہو تو پھر ان کی ایسی تربیت کریں کہ بچہ بڑا ہو کے خود وقف کرے۔ صرف وقف نو کا ٹائٹل لے کے شامل ہو جانا اور کہہ دینا کہ جی ہم وقف نو میں شامل ہیں اور پھر یہ کہ پڑھائی میں توجہ نہ دینا، نمازوں کی طرف توجہ نہ دینا، عبادتوں کی طرف توجہ نہ دینا، دینی علم سیکھنے کی طرف توجہ نہ دینا، باہر پھرتے رہنا آوارہ گردی کرتے رہنا، ایسے لڑکوں کو دوست بنانا یا لڑکیوں کو دوست بنانا جن کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے جن کو دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تو پھر ایسے وقف نو کا فائدہ کیا۔ تو اصل چیز یہ ہے کہ وقف کرنے کی اگر خواہش ہے ماں باپ کی۔ تو دونوں کا متفق ہونا ضروری ہے، agree ہونا ضروری ہے تبھی صحیح تربیت ہو سکتی ہے۔ پھر جب وقف کر دیا تو پھر دونوں کا فرض بنتا ہے کہ اس کی تربیت بھی اس طرح کریں کہ اچھی اٹھان کریں۔ نہیں۔ بلکہ ماں باپ کا بھی کام ہے کیونکہ اکثر وقت تو بچہ گھر میں رہتا ہے۔ تو ماں باپ بچپن سے اس کی صحیح تربیت کریں گے تو باہر آ کے اجلاسات میں یا جماعتی پروگرام میں وہ حصہ لے کے صحیح تربیت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر سکولوں میں بھی اس کی توجہ ماں باپ کی طرف رہے گی۔ ماں باپ کی اس کی طرف توجہ رہے گی تو پھر نگرانی بھی رہے گی۔ تو پہلی چیز تو یہی ہے کہ وقف کیا تو پھر تربیت کی طرف بھی پوری توجہ دو اور اگر نہیں agree کرتے دونوں ماں باپ تو پھر جس کی خواہش ہے کہ وقف ہو میرا بچہ اس کی پھر تربیت ایسی کریں کہ وہ بچہ ایک ایسا خوبصورت پھول بن کے نکلے۔ خوشبودار چیز ہو ایک فائدہ مند چیز ہو ایک ایسا asset ہو جماعت کے لیے جو فائدہ مند ہو تو جب بڑا ہو تو وہ کسی قابل بن کے خود وقف کرے بچہ یا بچی۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل 14 دسمبر 2021ء)

کوئز خطبات جمعۃ المبارک ماہ فروری (04.02. – 25.02.2022)

سوالات

1. **4فروری** کا خطبہ جمعہ کس صحابی رسول ﷺ کے بارے میں تھا ؟
2. حضرت ابو بکرؓ نے کس کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس سے بڑی اسلام میں اور کوئی فتح نہیں؟
3. آنحضرت ﷺ اپنے ایک خواب کی بنا پر کب اور کتنے صحابہ کرام کے ساتھ عمرے کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوے؟
4. **(11فروری)** آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنا جھنڈا کن صحابی کو عطا فرمایا تھا ؟
5. آنحضرت ﷺ کی اونٹنی کا کیا نام تھا جس پر فتح مکہ کے دن آپ ﷺ سوار تھے ؟
6. اصحاب الایکہ کی طرف کون سے نبی مبعوث ہوئے تھے ؟
7. **18فروری** کا خطبہ کن کے بارے میں تھا ؟
8. حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو کس عمر میں خدا کی ہستی کا یقین تھا؟
9. **(25فروری)** کون سے دو انبیاء وادئ عصفان میں سے سفر کرکے حج کے لیے آئے تھے ؟
10. وہ کون تھے جس نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضور ﷺ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے روکا تھا جو کہ بعد میں مسلمان ہو گئے ؟
11. حضور ﷺ کی وفات کے بعد انصار صحابہ نے اکٹھے ہو کر کس کا نام خلیفہ کے لیے پیش کیا؟

جوابات

1. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. صلح حدیبیہ
3. 6ہجری ذوالقعدہ، 1400 صحابہؓ کے ساتھ
4. حضرت سعد بن عبیدہؓ
5. قصویٰ
6. حضرت شعیبؑ
7. حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8. گیارہ سال کی عمر میں
9. حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ
10. سہیل بن عمر
11. حضرت سعد بن عبیدہؓ

مندرجہ ذیل لجنہ اماء اللہ (21/40) نے سب سوالات کے درست جواب دیے۔

مجلس اولن ساکر: **شمسہ کنول، لائبہ محمود**

مجلس نور ستر اند: **ماہ نور محمود، قراۃ العین، شگفتہ رحمان، شاہدہ ناصر، گل رعنا انور، کاظمہ انور، زاہدہ کوثر، شائلہ سمن**

مجلس نودرے فولو: **نبیلہ صدف، مدیحہ احمد**

مجلس فرید رکستاد: **نصرت خواجہ، بریوان سعید، پروین اختر، شمع یاسمین، عطیہ رفعت**

مجلس تتیدال: **طاہرہ عزیز، رومانہ نور**

مجلس کرستیان ساند: **ثوبیہ خان، امتہ المحسن**

ناصرات کارنر

یادرکھنے کی باتیں

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ا بْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وِاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ۔(حدیقۃ الصالحین:ص۔898۔ایڈیشن2003ء)

ترجمہ۔(اے مسلمانو!)تمہارا کیا حال ہو گا جب تم میں ابن مریم نازل ہو گا۔وہ تمہارا امام ہو گا اور تم میں سے ہی ہو گا۔

جو چیز ہمیں احمدی مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود وامام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام آ چکے ہیں اور انہوں نے آ کر ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیم بتائی ہے اور حضرت محمد ﷺ سے پیار کے طریقے سکھائے جبکہ دوسرے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ یہ غلط ہے اور کہ حضرت مسیح موعود وامام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی تک نہیں آئے۔

(مدیحہ راشد معیار اوّل مجلس تنیدال)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دعا کا طریق

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے بیان کیا کہ "جب حضرت صاحب مجلس میں بیعت کے بعد یا کسی کی درخواست پر دعا فرمایا کرتے تھے۔تو آپ کے دونوں ہاتھ منہ کے نہایت قریب ہوتے تھے اور پیشانی و چہرہ مبارک ہاتھوں سے ڈھک جاتا تھا اور آپ آلتی پالتی مار کر دعا نہیں کرتے تھے۔بلکہ دوزانو ہو کر دعا فرماتے تھے۔اگر دوسری طرح بیٹھے ہوں تب بھی دعا کے وقت دوزانو ہو جایا کرتے تھے۔یہ دعا کے وقت حضور کا ادب الٰہی تھا" (سیرت المہدی حصہ سوئم صفحہ 736)

تحفہ کا شکریہ

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے بیان کیا کہ "حضرت صاحب کے لیے جب کوئی شخص تحفہ لاتا تو آپ بہت شکر گزار ہوتے تھے۔اور گھر میں بھی اس کے اخلاص کے متعلق ذکر فرمایا کرتے تھے اور اظہار کیا کرتے تھے کہ فلاں شخص نے یہ چیز بھیجی ہے"

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 713)

اساتذہ کی عزت واحترام

اسلام نے معاشرہ میں ہر فرد سے عزت اوراحترام کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دی ہے۔اسلام میں والدین کے بعد اساتذہ کی عزت کرنے کا حکم دیا ہے۔اساتذہ ہماری زندگی میں بہت اہم کردارادا کرتے ہیں۔وہ ہمیں علم دیتے ہیں اور ہمیں کامیاب بنانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔اس لیے وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان کی عزت کی جائے۔ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ”تمہارے تین باپ ہیں ایک تمہارے والد۔دوسرے تمہارے سسر اور تیسرے استاد۔ان تینوں کی عزت ہر مسلمان پر فرض ہے“ آج کل کے اس معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ اساتذہ کی کوئی عزت نہیں ہے۔ایسا کرنا مسلمان اور خاص طور پر احمدی بچوں کے لیے بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے۔ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے رول ماڈل بنیں اوراپنے اخلاق سے اس معاشرے کو دکھائیں کہ ہمیں اللہ اوراس کے پیارے رسول ﷺ نے اساتدہ کو عزت دینا سکھایا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔آمین۔

(ملائکہ ملک معیار اوّل   مجلس اولن ساکر)

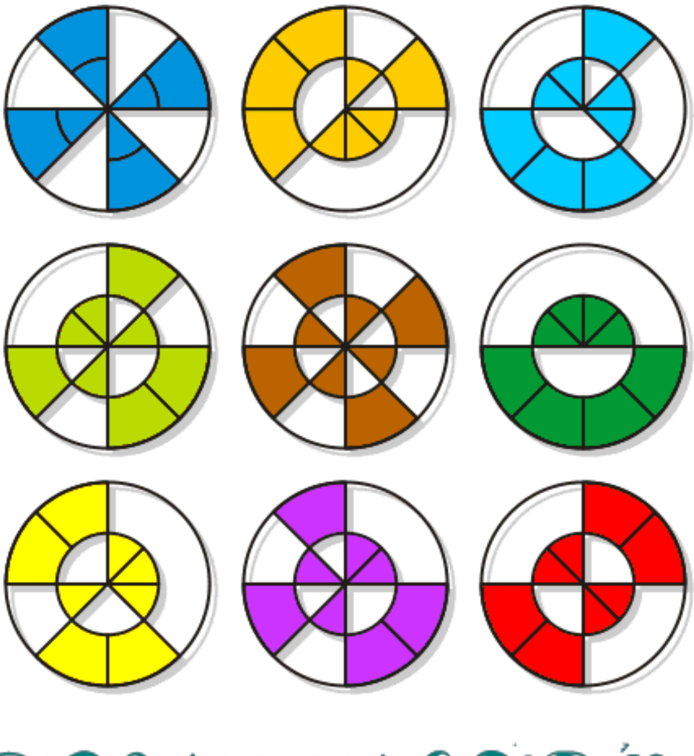

آپ کو 9 گول دائرے دکھائی دے رہے ہیں،جن میں مختلف ڈیزائن ہیں۔ان میں سے کون سے دو ایسے دائرے ہیں جنہیں ایک دوسرے کے اوپر رکھنے سے ایک مکمل تصویر ابھرتی ہے۔

نیاسال کا آغاز

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ نیا سال شروع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سال پوری جماعت کے لیے بابرکت ہو۔ اس لیے سال کے آغاز سے ہی ہمیں بہت دعائیں کرنے اور اپنی نمازوں کی طرف توجہ کرنی چاہیے، نمازوں کی پابندی اور باجماعت نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور خدا کی رحمت کے حصار میں آنے کے لیے باقاعدہ قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہیے، بہت سی دعاؤں، نمازوں کی پابندی اور قران کریم کی تلاوت کے ساتھ ہمیں اپنے پیارے حضور کو خط بھی لکھنا چاہیے۔ جس میں ان سے ڈھیر ساری دعاؤں کی درخواست کرنی چاہیے۔ عبداللہ بن ہشام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے احباب جب بھی نیا سال یا نیا مہینہ شروع ہوتا تو یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ اَدْ خِلْہُ عَلَیْنَا بِا لْاَ مْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاَسْلَاَ مِ وَجَوَارٍ مِّنَ الشَّیْطٰنِ وَرِضْوَانٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ۔

ترجمہ۔ اے اللہ اس سال کو ہمارے اوپر امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور شیطان سے بچاؤ اور رحمان کی رضامندی کے ساتھ داخل فرما۔ آمین۔ (معجم الصحابہ للبغوی:1539)

تو پیاری بہنوں ہمیں بھی اس سال میں خود سے وعدہ کرنا ہو گا کہ جہاں ہم دنیا کی چیزوں کے لیے بہتری کا سوچتے ہیں وہاں دین میں بہتری کا خود سے عہد کریں۔

(علیشہ سلیم معیار اوّل مجلس اولن ساکر)

لطیفے

1۔ ایک ماں نے اپنے بچے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا یاد رکھو ہم اس دنیا میں دوسروں کی خدمت کرنے آئے ہیں

بچے نے تھوڑی دیر سوچا، اور پھر پوچھا اور امی دوسرے یہاں کس لیے آئے ہیں؟

2۔ ٹیچر: سچ اور وہم میں کیا فرق ہے

سٹوڈنٹ: آپ پڑھا رہے ہیں یہ بات سچ ہے۔ اور ہم پڑھ رہے ہیں یہ آپ کا وہم

Find 12 vegetables names in below Urdu word search.۱۲ سبزیوں کے نام ڈھونڈیں

ا	ی	ب	و	ل	س	ا	ل	ی	ر	ک	چ
ا	ی	س	ق	ع	ل	د	ک	گ	چ	آ	ط
ک	ش	پ	س	ق	ع	ر	ت	ک	ل	و	ج
ھ	ت	ا	ل	ی	ک	ک	ک	و	ق	ع	آ
ی	ل	ت	ک	گ	چ	ی	ن	ا	ب	و	خ
ر	ک	م	ز	و	ب	ق	ت	س	ق	ع	ر
ا	ج	و	ن	ش	پ	ا	ن	ی	ز	ب	ب
ت	ژ	ل	ا	ظ	خ	ر	ض	د	پ	ہ	ی
ا	گ	ی	ر	ع	ل	ت	و	ظ	ر	پ	ن
ع	ل	ہ	س	ن	ق	ع	ل	گ	و	ک	گ
چ	غ	ش	ل	ج	م	و	ق	ھ	ن	ج	ن
و	ک	م	ی	ر	ٹ	ا	م	ٹ	س	ا	ف

لوبیا · ادرک · چقندر · بینگن · آلو · لہسن

مولی · گاجر · کریلا · ٹماٹر · کھیرا · شلجم

5					2		4	
		4	5	9			1	6
2				8	4	9	3	
		8	4	2	1			
			9		3			
			8	5	6	4		
	8	2	7	1				4
9	6			4	5	8		
	5		6					9

			9		3	6	4	
3			8		6			
	6	9	5					1
		1		6	7	5		
4	5			2			9	3
		7	4	9		1		
5					1	2	8	
			2		9			5
	2	8	6		4			

Maryam Shadi fond

Maryam Shadi fond var stiftet 21. Februar 2003 av Hazrat Tahir Ahmad [ra]. Maryam fond ble dannet for å gi økonomisk støtte og hjelp jenter i fattige familier for ekteskapet. Vi som er heldige og har god nok økonomi til å gjennomføre pliktene våre, må huske på at en del av samfunnet som ikke har de samme mulighetene som oss. Derfor er denne fonden viktig for at de med mindre økonomisk frihet får oppfylt plikten sin av å kunne gifte bort døtrene på en ordentlig måte

Skrevet av Durre Shehwar, Majlis Nordre Follo

Yatama fond

Økonomisk støtte til foreldreløse barn.

Koranen forteller at det er vår plikt å ta vare på foreldreløse barn ved å passe på deres behov og ta vare på dem som sine egne barn uten å gjøre en forskjell. Så de aldri føler seg alene eller annerledes, slik at deres gode egenskaper styrkes.

Jama'at har hjulpet foreldreløse barn i 100 år, men i 1989 startet vår fjerde kalif en ordning ved å opprette yatama fond som er ment for å støtte foreldreløse barn systematisk.

Alle bør regelmessig gi donasjon til dette fondet slik at jama'at kan hjelpe disse barna.

Pengene som gis i yatama fond går til mat og drikke, helsehjelp, utdanning, et tak over hodet for barna og mye mer.

Skrevet av Aliza, Majlis Nordre Follo

Humanity first

Humanity first er en humanitær nødhjelpsorganisasjon, der hver person tilbyr sine individuelle talenter for andre menneskers skyld. Den ble grunnlagt av den fjerde kalifen i 1994. Organisasjonen har bidratt med hjelp til over 35 trengende land og har eksistert i Norge siden 1996. Alle kan bidra med å samle inn penger til Humanity First. Disse pengene brukes til å hjelpe mennesker i nød ved katastrofer. Humanity First hjelper også med å bygge skoler, sykehus i tillegg til å hjelpe de fattige med nødvendig utstyr rundt om i verden. Alle pengene som samles inn går til dette formålet. Håper inshallah at alle prøver å bidra til det gode arbeidet.

Skrevet av Aria, Majlis Nordre Follo

Spørsmål: Kan kvinner bli imamer?

Hudoor svarer: Kvinner kan bli imamer for kvinner, men ikke for menn. Det er det som ble sagt av Hadrat Muhammad (sa). Om vi skal være ekte troende muslimer må vi følge Koranen og handle etter Den ærverdige profeten Muhammads (sa) lære. Så vi som muslimer er nødt til å følge islams lære. Og det har instruert oss at menn skal være imam. Om det er et sted med bare kvinner og de er nødt til å ha en imam, så kan en kvinne ta rollen som imam. Men kvinnen kan ikke stå foran slik som en mannlig imam gjør.

Spørsmål: Hvordan kan vi holde unge Ahmadi-er knyttet til deres religion?

Hudoor svarer: Gud sier i den hellige Koranen at du må fortsette å minne folk og råde dem, samt be for dem. Uansett om du føler for å gi opp, må du ikke gi opp. Vis dem og forklar dem hva Koranen sier. Om de virkelig vil være Ahmadi, så er det vår jobb å råde dem, og hjelpe dem med å skjønne hva som er riktig. Du må få dem til å innse at det som sies i Koranen er riktig og viktig. De må også skjønne at det du gjør får å hjelpe dem, er for deres beste og at du prøver å redde dem fra alt det gale i denne verdenen. Du må ikke gi opp. Etter en stund skal du se at de innser at dette er det sanne, og at de begynner å følge deg uten at du sier det.

Skrevet av Manal Waseem, majlis Nordstrand (oversatt til norsk).

This week with Hazoor

Spørsmål: Hvor viktig er det for Ahmadi muslimer å stå opp for klima endringer?

Hudoor svarer: Det er veldig viktig. Du må helst unngå bruk av bil på små reiser, slik som fra hjem til skolen. Enten gå eller bruk sykkel. Hver Ahmadi burde ha en vane for å plante minst to trær i løpet av et år. Om vi har omkring 30 000 Ahmadi-er her i Storbritannia og hver av dem planter to trær hvert år, da vil det plantes 60 000 trær hvert år bare i Storbritannia. Så ja, det er veldig viktig for oss Ahmadier å hjelpe klimaet.

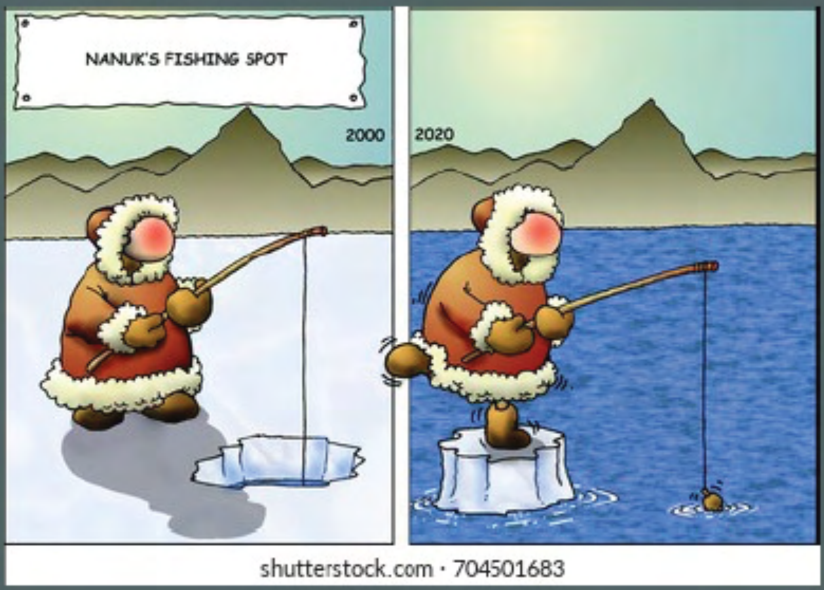

Spørsmål: Hvordan skal vi behandle folk som er rasistiske mot oss på skolen fordi vi er muslimer?

Hudoor svarer: For det første bør du informere skolens administrasjoner om rasismen og at dette må forsvinne. For det andre så er jo egentlig ikke alle rasister, bare noen få, så det du selv også kan gjøre er å ha kontakt og være blant de jentene som gjør godt mot andre. Vær venn med de som er imot rasisme og stå opp for deg selv når slike hendelser skjer.

Nasirat hjørne

De fem søylene

Islams fem søyler er de fem sentrale ritene innen islamsk trosutøvelse: trosbekjennelsen, bønnen, fasten, pilegrimsreisen og veldedigheten.

Trosbekjennelsen lyder slik på arabisk: la illaha ila illa allah wa muhammad rasul allah.

Oversatt til norsk betyr dette: Det er ingen Gud utenom Allah, og Muhammad er hans profet.

Bønnen. Den troende resiterer faste bønner og utvalgte tekster fra Koranen. Dette er viktig siden vi mener at det oppretter et bra forhold til Allah.

Fastepåbudet er gitt i Koranen og blir utdypet i den religiøse litteraturen. Den obligatoriske fasten er knyttet til måneden Ramadan. Valgfrie fastedager praktiseres også.

Pilegrimsreise er en plikt for alle voksne muslimer som praktisk og økonomisk er i stand til det.

Zakat utgjør ca. 2,5% av inntekten, og fordeles mellom åtte verdige grupper.

Ordet zakat er tatt fra den arabiske roten zaka, som blant annet betyr «å vokse» eller «å bli renere».

Skrevet av Mischal Malik, Majlis Nittedal

En diamant av khalifen

Syed Taaley Ahmed var en snill person med empati. Det vi kan lære fra hans liv er at han var veldig glad i kalifen. Han hadde stor respekt for Hudoor, han pleide å besøke Hudoor ofte og trodde på alt som Hudoor sa. Han utførte bønnen til riktig tid og ba tahajud. Syed Taaley Ahmed var veldig glad i profeten Muhammad (sa). hudoor fortalte at hver gang Syed Taaley Ahmed møtte Hazoor glittret øynene hans, som viste hans respekt og kjærlighet for Hudoor. Syed Taaley Ahmed sine siste ord var, «Jeg elsker deg, Hudoor!».

Skrevet av Delisha Farrukh, Baitun Nasr

hvorvidt de kan oppnå slike standarder. På samme måte bør de barna som nå har vokst opp og tjenestegjør være bekymret for én ting; hvordan kan vi utmerke oss i våre standarder ved lojalitet og ofring - og ikke hvordan vi skal dekke våre husholdningsutgifter. Ha fullstendig tro på Gud og fortsett å ta steg videre i gudfryktighet. Gud vil da selv dekke deres behov.

De Waqifin-e-Nau som nå tjenestegjør i trossamfunnet bør også ta til seg de egenskapene som ble vist av Ismael (as). Da vil Gud for evig åpne nye veier for velstand og suksess for dem.

Må Allah gjøre foreldrene i stand til å utføre sine plikter i tilknytning til Waqf-e-Nau barn slik at de forstår sitt ansvar knyttet til sin ofring; og med fullstendig tro på Gud evner å kontinuerlig ofre seg for religionen.
Må de ikke bli en av dem som hengir seg til verdslige begjær etter å ha utmerket seg i sine studier; tvert imot, må de bli av dem som gir sin tro forrang - og oppfyller sine plikter knyttet til ofring og med oppriktighet tilbyr sine tjenester. Må Gud gi dem evnen til dette."

Klipp på YouTube: https://youtu.be/R-eFgc_VXu4
Utdrag i Al-Hakam (side 4): https://issuu.com/alhakam9/docs/alhakam226/4

Da Abraham (as) sa til sin sønn:

'Min sønn, jeg har sett i en drøm at jeg ofrer deg'

og spurte deretter sønnen sin,

'Hva du mener om dette?'

Sønnen - som ble oppdratt av hellige og gudfryktige foreldre - fulgte umiddelbart opp med sitt svar:
'Min far, gjør som du er blitt befalt; du vil - om Allah vil - finne, at jeg er en av de utholdende'.

Dernest, ved ofring av sine barn til Guds tjeneste bør foreldre være bevisst på at de ofrer barna sine til Gud. Oppdragelsen bør derfor være deretter, samt be for dem. Slik at svaret fra våre barn er slik Ismael (as) svarte.

Foreldre bør ikke ofre sine barn grunnet midlertidig lidenskap eller for å imitere andre. De bør reflektere og stille seg selv spørsmålet: «Er vi i stand til å oppdra vårt barn slik at dets svar kan reflektere Ismael (as) svar?» Dette kan utelukkende skje når foreldre selv er slike eksempler at de kan oppnå de høyeste standard av fromhet og gudfryktighet. Hvis ikke, vil barna vokse opp til å melde at dere dedikerte oss til Guds tjeneste, men vi er ikke klare for dette. Vi kan ikke tjene trossamfunnet med en så liten godtgjørelse til livets opphold. Vi kan ikke arbeide med diverse begrensninger. Derfor kan vi ikke dedikere våre liv til Guds tjeneste.

Selv om foreldre, i det øyeblikket de dedikerer sine barn, har gode intensjoner, men senere opprettholder svake praktiske og spirituelle tilstander - og ikke spiller en positiv rolle i oppdragelsen - kan barna aldri bli forberedt for en slik ofring.

Dermed og i den forbindelse bør foreldrene til Waqifin-e-Nau, og foreldre som ønsker å dedikere sine barn, jevnlig reflektere over seg selv om

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

Et spesielt budskap for Waqf-e-Nau foreldre

26. juli 2022

I forbindelse med sin Eid-ul-Adha preken, den 10. juli 2022, la Hans Hellighet frem hvilke forventninger som ligger til grunn for foreldre som har dedikert sine barn til Waqf-e-Nau ordningen. Her følger en norsk oversettelse av budskapet:

"I sammenheng med Eid ul Adha ønsker jeg kort å adressere et annet spørsmål jeg ofte blir stilt i diverse personlige møter (anm: *mulaqat*). I både virtuelle og fysiske møter får jeg spørsmål knyttet til oppdragelse (anm: *tarbiyat*) av Waqifin-e-Nau - og hvordan en bør gå frem med dette. Jeg har tidligere adressert dette temaet ved flere anledninger i mine prekener og taler. Men likevel ønsker jeg kort å rette oppmerksomhet mot dette i dag.

Det er en stor nådegave og Guds velsignelse at et stort antall foreldre svarte på kallet til Hans Hellighet Mirza Tahir Ahmad (rh) gjennom Waqf-e-Nau ordningen og dedikerte sine gutte- og jentebarn. Foreldrene dedikerer fremdeles sine barn - og dette vil de fortsette med – In Sha Allah. Dette eksempelet vil bestå så lenge eksempler av oppriktighet og lojalitet er til stede i trossamfunnet (anm: *jama'at*). Så lenge oppriktige medlemmer ser opp til:

وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى

"Og i Abrahams (skrifter), som oppfylte (løftet)" (Koranen 53:38)

Så lenge Kalifat-systemet opprettholdes i trossamfunnet (anm: *jama'at*), hvilket skal i utgangspunktet bestå til tidens ende.

Da vil praksisen med å dedikere sine barn for Guds skyld vedvare, In Sha Allah.

Foreldre som dedikerer, eller har dedikert, sine barn for religiøse formål må minne seg selv på at dedikasjon til Gud krever ofring. Hvilken standard holder denne ofringen? Det er standarden vist av Abraham (as) og Ismael (as).

tilbedelse, ikke fokuserer på religiøs kunnskap, misbruker tiden ute, og som danner vennskap med gutter eller jenter med dårlig moral og som ikke har noen relasjoner til troen.

Dersom foreldre ønsker å gjøre barnet waqf, er det viktig at både mor og far er enige i dette valget, for kun da kan barnet oppdras riktig. Når barnet er waqf vil begge foreldre være ansvarlige for at barnet oppdras på en god måte. Foreldrene skal ikke gjøre barnet waqf for så å overlate ansvaret for barnets oppdragelse til menigheten. Barnets oppdragelse er foreldrenes ansvar ettersom barn tilbringer store deler av tiden hjemme. Når mor og far oppdrar barnet på en god måte fra barndommen av, vil barnet prøve sitt beste i menighetens programmer. Barnet vil da også fokusere på foreldrenes opplæring.

Når foreldrene fokuserer på barnet, vil de også kunne veilede barnet. Gjør du barnet waqf skal du også fokusere på barnets opplæring. Hvis mor og far ikke er enige i at barnet skal gjøres waqf, så kan den som ønsker å gjøre barnet waqf oppdra barnet på en slik måte at det barnet blir som en vakker blomst. En som vokser opp til å bli en duftende, fordelaktig ressurs for menigheten, og en som selv ofrer seg for menigheten, uansett om barnet er en gutt eller ei jente.

Online møte mellom tyske kvinnelige studenter ved høyere utdanning og den femte kalifen

Al-fazal, tirsdag 14.12.2021

(Oversettelse av Zoya Smamah Shahid)

Dersom foreldre ønsker å gjøre barnet waqf, er det viktig at både mor og far er enige i dette valget, for kun da kan barnet oppdras riktig.

Den femte kalifen, hadde 28. november 2021 et online møte med studenter fra den tyske lajna organisasjonen.

Et medlem spurte: Av og til vil foreldre ha ulik synspunkt når det gjelder barnas oppdragelse. Eksempelvis kan moren ønske å gjøre barnet waqf, men ikke faren, eller så kan faren ønske å gjøre barnet waqf, men ikke moren. Hvilken avgjørelse bør tas i en slik situasjon?

Hudoor svarte at når det gjelder det å gjøre barnet waqf, er det viktig at begge foreldrene er enige, ellers vil det være uro i hjemmet og barnet vil ikke kunne oppdras riktig. Hvis moren virkelig ønsker at barnet skal bli waqf, eller hvis faren virkelig ønsker at barnet skal bli waqf, bør barnet oppdras på en slik måte at barnet selv ofrer seg som voksen. Hva er fordelen med en waqf-e-nau som får waqf-tittelen og sier at han eller hun er en del av waqf-e-nau, men som så ikke fokuserer på utdanning, ikke fokuserer på bønn, ikke fokuserer på

flink til å ta vare på huset og gjøre sine gjøremål. Hun lagde mat med de ingrediensene hun hadde og ryddet huset slik at det var rent til alle tider.

Hadrat Aisha (ra) berettet at Hadrat Fatimas personlighet var veldig lik Profeten (sa) sin. Deres talemåte, ordbruk og også måten de gikk på. De var også like når det kom til den religiøse troen. Hun pleide å tilbringe mesteparten av nettene med å tilbe Allah. Hun pleide også å gjøre zikr mens hun gikk rundt og gjorde hverdagslige oppgaver. Hadrat Fatima (ra) pleide også å hjelpe de fattige og foreldreløse. Hun pleide alltid å gi i Guds vei uavhengig av hvor mye hun hadde. En hendelse som fremhever denne dyden er når Hadrat Ali hadde brukt hele natten på å dyrke korn, også hadde Hadrat Fatima (ra) dagen etterpå most disse og deretter lagd mel ut av den, til å lage mat. Rett før matservering kom det en trengende på døren og ba om noe å spise, og Hadrat Fatima (ra) ga han all maten. Deretter moste hun flere korn og lagde mat fra den, også kom det en foreldreløs og spurte om mat og hun ga all maten til han også. Slik ser vi at Hadrat Fatima alltid ga bort det hun hadde i Allahs vei, og dette er et eksempel på hvordan en sann muslimsk kvinne skal være.

Profeten pleide å si: «At Fatima er en del av meg, og den som gjør henne vondt, gjør meg vondt». Da profeten (sa) ble syk, og tilbrakte mye tid hjemme hadde Hadrat Fatima (ra) kommet til profeten i huset til Hadrat Aisha (ra). Hadrat Fatima satte seg ved siden av profeten (sa). Da hvisket profeten Muhammad (sa) noe i øret hennes og Hadrat Fatima (ra) fikk tårer, deretter hvisket han henne noe igjen og hun begynte å le. Etter profetens bortgang spurte Hadrat Aisha (ra) hva profeten (sa) hadde fortalt henne. Hadrat Fatima fortalte deretter at profeten hadde sagt: «At jeg snart vil gå bort på grunn av denne sykdommen» og da begynte jeg og gråte, og når han igjen hvisket i øret mitt, sa han: «At av familien vil du være den første jeg møter».

Hadrat Fatima gikk bort i 11 hijra, og ble 29 år gammel. Hun gikk bort ca 6 måneder etter Profeten Muhammad (sa) bortgang. Dermed så ser vi at åpenbaringen Profeten Muhammad (sa) fikk, var sann. Slik har vi sett hvor enormt forbilde Hadrat Fatima (ra) er for alle kvinner i generasjonene etter henne. Hadrat Fatima (ra) var en dydig muslim. Hun var gudfryktig, ærlig og satte alltid hennes religion og Allah først. Dermed burde enhver muslim gjøre det de kan for å følge i Hadrat Fatima (ra) sine spor. Enhver muslim bør prøve alt de kan for å følge den rette vei og oppnå Guds frelse slik Hadrat Fatima gjorde. Må Gud hjelpe oss alle. Ameen.

Siden Hadrat Fatima (ra) var datteren til Profeten (sa), var hun også veldig bekymret for sin far, da de vantro gjorde urett mot ham, og gjorde fysisk skade på ham. Det ble fortalt en hendelse der Profeten (sa) en dag sto og ba. Han gikk ned i sajda stilling, og deretter hadde en gruppe mennesker (vantro) lagt et tungt kamelskinn på ryggen hans, slik at profeten ikke hadde mulighet til å stå opp. Når Hadrat Fatima (ra) fikk beskjed om dette, dro hun til Kaba så fort som mulig og løftet den fra ryggen til profeten. På grunn av hendelsen ble hun utrolig sint og rasende. Deretter sa hun: «Å dere vantro, Allah vil sannelig straffe dere for deres handlinger».

På grunn av konflikten med de vantro hadde muslimene opplevd flere fryktelige hendelser, som medførte til at både Profeten Muhammad (sa), hans familie og resten av muslimene sto i utrolig vanskeligstilte situasjoner. Et eksempel på dette kan være Shi'b Abi Talib. De vantro hadde et stort hat mot muslimene. Hovedsakelig etter at Hadrat Hamza (ra) og Hadrat Umar (ra) hadde konvertert til islam. I tillegg til flere årsaker bestemte de seg for å kutte all kontakt med muslimene. Ingen salg av varer, ingen relasjoner og ingen kommunikasjon fram til de (måtte Gud forby) hadde tatt livet av Profeten Muhammad (sa). Dermed dro muslimene til området kalt Shi'b Abi Talib og bodde der i 3 år med svært få ressurser. Det er umulig å beskrive hvor vanskeligstilt denne situasjonen var. Her var også Hadrat Fatima (ra), men selv under hendelsen og situasjonen var hun tålmodig, og hadde tillit til Allah. Etter 3 år får muslimene komme tilbake til Mekka. Noen få dager etter mistet Profeten Muhammad (sa) sin onkel, Abu Talib og etter en stund mistet Hadrat Fatima (ra) sin mor Hadrat Khadija (ra). Profeten Muhammad og hans 4 døtre var i en enorm sorg. Situasjonen var så sorgfull at det året fikk navnet «sorgens år».

Flere år gikk og profeten misjonerte i områder rundt, og han fikk mye motstand. En dag fikk profeten åpenbaring, der han fikk beskjed om å reise til Medina (hijra). Etter at profeten Muhammad (sa) reiste til Medina, kom også Hadrat Fatima (ra) til Medina. Der hadde mange kommet til profeten og bedt om å gifte seg med Hadrat Fatima (ra), men profeten (sa) ble stille og ga ikke en dirkete respons når noen spurte. Hadrat Abu Bakr hadde dermed foreslått at Hadrat Ali (ra) skulle spørre profeten (sa) om tillatelse til å gifte seg med Hadrat Fatima (ra), og dette gjorde han. Profeten godtok dette, og kort tid etter giftet Hadrat Fatima (ra) seg med Hadrat Ali (ra). De fikk 5 barn sammen. Imam Hassan, Imam Hussein, Muhsin, Umme Kalsom og Zainab. Av disse så var det Muhsin som gikk bort i ung alder.

Hadrat Ali (ra) og Hadrat Fatima(ra) sitt forhold har blitt skildret som et godt ekteskap. Hadrat Ali hadde stor respekt for sin kone og tok godt vare på henne. Og Hadrat Fatima (ra) tok også godt vare på sin ektemann. Hadrat Fatima (ra) var også svært

Waqifat-e-nau avdeling

Hadrat Fatima (ra)

(Ramla Haroon)

Hadrat Fatima (ra) var Profeten Muhammad (sa) og Hadrat Khadijas (ra) fjerde og yngste datter. Hun hadde også tre eldre søstre Hadrat Zainab (ra), Hadrat Ruqayya (ra) og Hadrat Umme Kalsoom (ra). Hadrat Fatima (ra) har flere ganger blitt benevnt som «khatoone jannat.» Hennes liv og levemåte er et eksemplarisk eksempel for alle muslimske kvinner.

Det har blitt benevnt ulike tidspunkter for når hun ble født. Noen kilder forteller at hun ble født 5 år før Profeten Muhammad (sa) fikk sin åpenbaring. Andre kilder presiserer at det var året før han ble utnevnt som profet. En tredje kilde forklarer at hun ble født året etter hans profetdømme. Slik ser vi at det ikke har blitt spesifisert et tidspunkt, men det var rundt den tiden Profeten (sa) fikk sin første profeti. Profeten Muhammad (sa) ga sin yngste datter navnet Fatima for å spre budskapet om at Allah den allmektige skulle beskytte henne fra ildens straff. Hadrat Fatima (ra) ble også kjent for navnet «Zohra» fordi hun ble beskrevet som «Profetens blomst».

Hadrat Fatima(ra) var et godt forbilde selv som en ung jente. Hun pleide ikke å lage støy under lek, og heller ikke tilbringe tid ute. Hun var en jente som var hjemme og gjorde arbeid i huset. Siden hun også var den yngste datteren, fikk hun mye oppmerksomhet fra foreldrene sine og var godt likt av alle. Hadrat Fatima (ra) var moden for sin alder. Hun var en nysgjerrig jente og undret ofte over både store og små religiøse spørsmål og tanker. Det blir fortalt at hun en gang hadde spurt sin mor Hadrat Khadija (ra) om noe. Hun hadde spurt: «Kan vi se Gud? Han som har skapt både himmelen og jorden, og alt rundt oss?» Til dette hadde Hadrat Khadija (ra) svart: «Min kjære datter, om man i denne verden fokuserer på å tilbe gud, og være bevisst og takknemlig for Hans skapninger, så vil vi trolig se Ham på dommens dag». Hadrat Fatima (ra) var ikke en jente som likte å stelle seg og bruke de mest pyntete klærne og ha de fineste smykkene. Tvert imot var hun en ung kvinne som likte enkelhet. Hun hadde på klær med nøytrale fargetoner, selv under anledninger der det var mulighet for å pynte seg litt mer. En gang hadde Hadrat Khadija spesifikt fått lagd både klær og smykker til et bryllup de hadde fått invitasjon til. Disse nektet Hadrat Fatima (ra) å ta på, og bestemte seg for å ta på dempede klær, og delta slik i bryllupet.

Selvhjelpskurs kan være et aktuelt alternativ for alle gruppene som er nevnt. Pasienter med psykoselidelser er unntak, de bør alltid ha tett oppfølging fra kvalifisert helsepersonell.

Hvordan gjennomføres kursene?

Avhengig av hvilken tilstand det gjelder, er kursene, eller behandlingen, oppdelt i åtte til ti moduler. Hver modul består av en video med psykolog Nordmo. Til hver video følger arbeidsark og skriftlig informasjon. For kursene om depresjon og kroniske søvnvansker er det laget gratis apper som anbefales brukt når du gjør egne registreringer. Lenker til arbeidsark og apper finner du på nettsiden for hvert enkelt kurs.

Det er nødvendig å bruke tid på programmene, og det er viktig å gjøre den jobben som blir anbefalt mellom hver modul for å oppnå best mulig effekt.

(Norsk elektronisk legehåndbok)

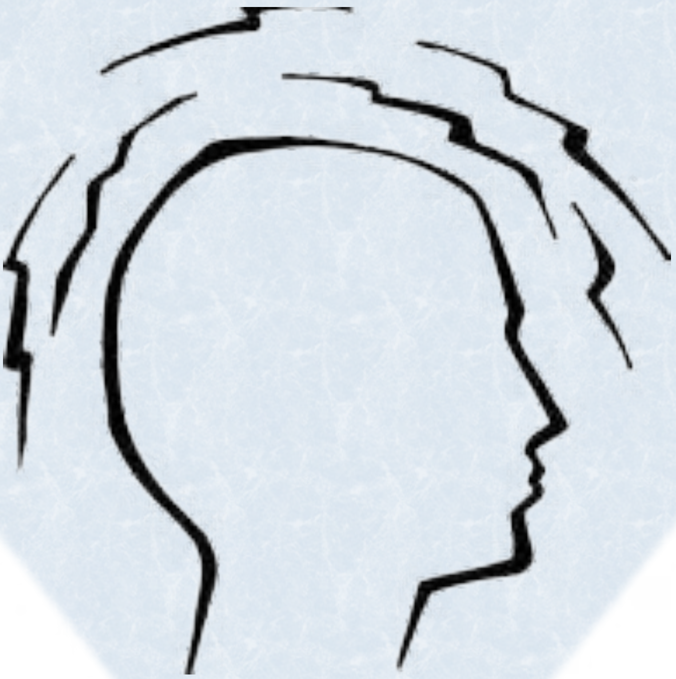

Råd for å redusere aktiveringen kveld og natt

- Er du plaget med dårlig søvn så unngå skjermtid den siste timen før leggetid, dette gjelder både tv og mobilbruk
- Unngå kaffe, te og koffeinholdige drikker sent på ettermiddag eller kveld
- Unngå store måltider før sengetid, men legg deg heller ikke sulten
- Lag deg et ritual i forbindelse med at du skal gå til sengs
- Sikre en behagelig lav temperatur på soveværelset, og unngå lys eller støy
    - 18 grader i lufta mener man er ideelt, det blir varmere under dyna
- Ikke bruk sengen til annet enn søvn
    - Å lese på sengen er uproblematisk om du har et godt forhold til søvnen, sliter du med søvn bør du heller forlate sengen når du vil lese
- Unngå å sjekke klokken når du våkner, ingen trenger å vite hva klokken er om alarmen er satt. Å vokte klokken øker bare stresset knyttet til ikke å få sove, og reduserer sannsynligheten for nettopp det. Snu heller klokken bort fra sengen.
- For noen kan avspenningsteknikker være nyttig, og kan brukes dersom man våkner om natta

Selvhjelpskurs ved psykiske plager

Norsk Elektronisk Legehåndbok (NEL) og NHI.no tilbyr gratis selvhjelpskurs for personer som ønsker behandling for søvnvansker, sosial angst, panikkangst eller depresjon.

Magnus Nordmo, som er psykolog ved Universitetet i Oslo, har laget selvhjelpskurs for personer som sliter med sosial angst, panikkangst, depresjon eller langvarige søvnvansker. Det er også laget korte kurs for noen lettere psykiske plager: Kortvarige søvnvansker, rødming, presentasjonsangst, flyskrekk, helseangst og enkle fobier. Se kursoversikt under.

Kursene er finansiert av ExtraStiftelsen, og er gratis for alle. Det kreves ingen registrering.

Det er dokumentasjon for at nettbaserte selvhjelpskurs kan gi like god effekt som samtaler med en behandler.

Hvorfor selvhjelpskurs?

Svært mange sliter med ulike grader av psykiske plager. Forekomsten er økende, og det er stor etterspørsel etter hjelp. Mange får god og tilstrekkelig hjelp ved å prate om sine plager med familie, venner og kjente. Noen får hjelp hos fastlege, ved lavterskeltilbud i kommunen eller hos private psykologer, og noen har behov for hjelp i spesialisthelsetjenesten. I helsevesenet er det ventetider og dårlig kapasitet for denne type behandling. Det er også mange som kvier seg for å ta kontakt med helsevesenet. Det er naturlig å tenke seg at hver video tilsvarer en time på legekontoret eller hos psykolog.

Gode råd for bedre søvn

Det er viktig for alle som opplever forbigående søvnforstyrrelse, å minne seg selv på at dette er en normal tilstand i mange sammenhenger. Ved stress og bekymringer, ved forbigående sykdom, ved brudd på døgnrytme og så videre opplever mange av oss noen våkenetter. Selv om dette er slitsomt, og til tider utmattende, er det ikke farlig. Oftest vil slike forstyrrelser gli over. Det viktigste man kan gjøre ved kortvarig insomni er ingenting. Det er ofte forsøk på å kompensere for kortvarige søvnproblemer som leder til vedvarende søvnproblemer. Om man fortsetter å oppføre seg slik man gjorde før søvnproblemene oppstod (legge seg til samme tid og stå opp til samme tid - ikke sove på dagen) er det raskeste måte å komme tilbake til rutinene som fungerte.

Ved mer langvarige plager er det mange som søker hjelp. Den behandlingen som leger tilbyr, kan grovt sett inndeles i ikke-medikamentell eller medikamentell behandling.

- Regelmessig mosjon er nyttig
    - Hard fysisk trening eller kraftige anstrengelser de siste tre timene før sengetid forstyrrer søvnen, og bør unngås
- Stå opp fra sengen dersom du blir liggende søvnløs mer enn 20 minutter
    - Unngå å oppholde deg i sterkt lys dersom du står opp om natten
    - Det anbefales ikke å bruke mobil, pc, nettbrett eller tv på soverommet eller når du er våken om natta
- Unngå søvn på dagtid (en "høneblund" - powernap - på omtrent 20 minutter er ok)
- Forsøk å løse eller diskutere eventuelle problemer eller bekymringer i god tid før du går til sengs
- Berolige deg selv med at en natt eller to uten søvn er ufarlig, selv om det er svært slitsomt
- Ved nyoppståtte søvnproblemer er det viktigste å gjøre ingenting! Fortsett med samme døgnrytme og rutiner som før problemet oppstod, og da søvnen fortsatt var god. Det er særlig at man begynner å kompensere for tapt søvn, f.eks. med å øker tiden man tilbringer i sengen eller at man legger til søvn på dagtid, som får søvnproblemer til å vedvare. Vedvarende søvnproblemer er kjent for å kunne gi negativ innflytelse på en rekke tilstander og helsa forøvrig.

Råd for å opprettholde en god døgnrytme

- Innarbeid en regelmessig rytme for å gå til sengs og å stå opp. Om morgenen anbefales å stå opp til et fast tidspunkt, uansett hvor lite eller mye du har sovet
    - Dette bør også gjennomføres i helgene for ikke å forstyrre kroppens "indre klokke"
- Forsøk å få minst 30 minutter med dagslys hver dag. Helst bør dette skje om morgenen, innen to timer etter at du har stått opp, dersom det er mulig

Helse Avdeling

Søvnløshet

Dr.Nabeela Anwar

Søvnløshet er når man har problemer med å sovne, problemer med å opprettholde søvnen, eller har problem med for tidlig oppvåkning. Går mangelen på søvn ut over funksjonen på dagtid lider man av sykelig søvnmangel - insomni.

Hva mener vi med søvnløshet?

I medisinsk sammenheng sier man at en søvnforstyrrelse som har vært en plage i minst en måned, er en sykdom. Med søvnforstyrrelse mener man enten:

1. Vanskeligheter med å falle i søvn
2. Problemer med å opprettholde søvn, eller
3. Opplevelse av ikke å være uthvilt etter søvn

Det er vanlig å dele insomni i ren insomni og insomni som sameksisterer med annen sykdom.

1. Ved rene søvnforstyrrelser menes plager hvor man ikke kan finne en årsk til insomnien i andre tilstander. Det vil si at det verken er kroppslig sykdom eller psykisk sykdom som er årsaken, og man kan heller ikke påvise årsak i omgivelsene.
2. Komorbide insomni er søvnplager hvor en finner sykdom eller sosiale årsaker som kan forklare tilstanden. Ofte vil den komorbide insomnien bestå til tross for at den utløsende tilstanden blir behandlet bort.
3. Normal varighet av søvn

    - For ungdom mellom 14 til 17 år anbefales gjerne åtte til ti timer søvn hver natt.
    - En voksen person trenger vanligvis i gjennomsnitt cirka syv timer søvn hver natt.
    - Dersom man fungerer bra om dagen, det vil si ikke føler seg trett og presterer normalt, er det unødvendig å behandle søvnen - uavhengig av hvor mye man sover. For de aller fleste er 6 timers nattesøvn et minimum.

Svar: «Jeg så en hånd i horisonten i mitt nabolag, og gjennom hånda lyste det ned på nabolaget som spredte seg utover. Dette lyset skinte også på mine hender.»

8.Spørsmål: Hvorfor er alt i boka fortalt med referanse til Koranen?

Svar: For å vise storheten til Koranen samt tyngden til foredraget foran deltakerne.

9.Spørsmål: Hvor mange aspekter ved menneskets åndelighet ble nevnt av Den utlovede Messias (as)?

Svar: Tre. 1.) Nafs-e-Amarah 2.) Nafs-e-lawama 3.) Nafs-e-Mutmaina

10.Spørsmål: Hvordan er tilstanden til mennesket i Nafs-e-Mutmaina?

Svar: Mennesket blir befridd fra åndelige svakheter og blir sterkere i sin tro i den grad at mennesket ikke klarer seg uten troen.

11.Spøsmål: Hva var formålet med Koranen?

Svar: Å vekke den åndelige tilværelsen til mennesket

12.Spørsmål: Hvordan kan man forbedre menneskets tilstand? Hvilke tre måter ble nevnt?

Svar: Følge grunnlaget, når urett foregår så blir det gitt eksempler av gode, bruke de som har klart det som eksempler.

13.Spørsmål: Hva er forskjellen på khalq og khulq?

Svar: Forskjellen er at khalq er det synlige og khulq er det usynlige.

14.Spørsmål: Hvordan er Koranen den fullkomne bok?

Svar: Den inneholder alt mennesket trenger til reformasjon og gir moralsk opplæring av mennesket.

15.Spørsmål: Hva sier Gud om å nå Ham?

Svar: Surah Al Baqarah, vers 187.

SPØRSMÅL FRA BOKA «ISLAMSKE GRUNNTANKER»

Oversettelse Annum Saher

1.Spørsmål: Hvem skrev boka «Islamske grunntanker» og når ble den skrevet?

Svar: Boken ble skrevet av den utlovede Messias, Hadrat Mirza Ghulam Ahmad (as). Den er basert på et foredrag av den utlovede Messias (as) holdt ved en religionskonferanse i 1896.

2.Spørsmål: Hvorfor ble dette foredraget skrevet?

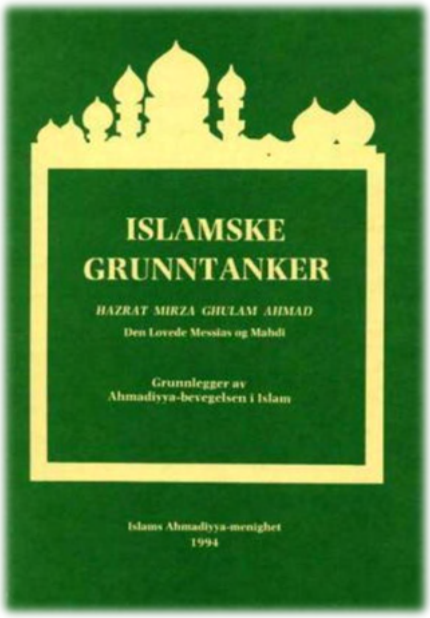

Svar: En hinduistisk leder ved navnet Swami Shogin Chandar foreslo å avholde en generell religionskonferanse, og boka ble skrevet som et foredrag for å representere islam i denne konferansen.

3.Spørsmål: Hvilke fem grunnleggende spørsmål ble fremsatt i konferansen av konferansens arrangører?

Svar: 1.Menneskets kroppslige, indre og åndelige tilstand, 2. Menneskets tilstand etter døden, 3. Formålet med menneskets eksistens i verden og hvordan det kan oppfylles, 4. Hva som skjer med menneskets verdier på jorden, 5. Hva som er kildene til guddommelig erkjennelse.

4.Spørsmål: Hvilken hendelse beretter Hadrat Munshi Jalal-uddin Sahib (ra) i tilknytning til bønnen, Den utlovede Messias (as) og denne boken?

Svar: Den utlovede Messias (as) har sagt: «Jeg har bedt masse for denne boken»

5.Spørsmål: Hvilken åpenbaring ga Gud til den utlovede Messias (as) som var knyttet til denne boken?

Svar: «Dette innlegget vil seire over alle andre.» Noen dager før konferansen ble det publisert i et magasin at dette foredraget ville veie tyngst av alle, og det var det som skjedde.

6.Spørsmål: Hvor mange deltakere var til stede?

Svar: 8000 deltakere

7.Spørsmål: Hva så Den utlovede Messias (as) i alm-e-kashaf ifbm dette foredraget?

5) Kan ting i hverdagsbruk som TV, biler, datamaskiner osv. skrives ned som eiendeler?

Ovennevnte gjenstander faller inn i kategorien av husholdningsbruk. Derfor gjelder ikke Wasiyyat for disse tingene. Wasiyyat gjelder heller ikke symaskiner. Kameraer, opptakere, videospillere osv. er også husholdningsartikler.

6) I utlandet deles eiendom ofte 50/50 mellom mann og kone. I så fall, hvis bare en av dem er moosi, hvor mye skal betales i Wasiyyat for eiendom?

1. Hvis begge ektefellene har like mye penger i anskaffelsen av eiendommen og bare en av dem har en andel, vil halvparten av eiendommen forfalle.
2. Men hvis de bare er aksjonærer på grunn av landets lov, og bare en av dem har pengene, så vil den som har pengene og er Moosi, være forpliktet til å betale andelen av hele eiendommen. Hvis den andre parten er en Moosi og penger ikke er investert, vil ikke denne eiendommen bli regnet som hans, og så vil heller ikke hans andel av eiendommen skyldes ham.
3. Etter at den ene parten går bort, og andre parten er Moosi, så skal den betale Wasiyyat med arven.

7) Hvis en del av en eiendom allerede er betalt og deretter kjøpes en ny eiendom ved å selge den, må man også betale en andel av den nye eiendommen?

Følgende vil være tilfelle med inntektene fra salg av eiendom som hus eller tomt:

1. Hvis en ny eiendom er kjøpt med samme beløp eller mindre, betales ikke Wasiyyat på den nye eiendommen. Wasiyyat vil være obligatorisk for inntektene som mottas fra slik eiendom.
2. Men hvis en ny eiendom er kjøpt ved å legge til litt mer penger i inntektene fra salget, vil den nye eiendommen legges til eiendommen. Det vil bli betalt Wasiyyat med inntekt fra en slik eiendom.
3. Hvis kontanter som er satt inn etter betaling av Wasiyyat forblir i sin opprinnelige tilstand, forfaller ikke Wasiyyat for det. Det vil bli betalt Wasiyyat for inntekt eller fortjeneste tjent med kontanter.

8) Hva med ting som skal kjøpes ved å selge smykker?

Hvis de nye smykkene kjøpes med samme mengde penger som før ved å selge smykkene som Wasiyyat er betalt for, betales ikke andelen på de ny innkjøpte smykkene. Wasiyyat- avdelingen må tydelig bli informert om at de nye smykkene som er oppført, er kjøpt med inntektene fra salget av de forrige smykkene. Men hvis nye smykker blir kjøpt ved å legge til litt mer penger i inntektene fra salget, vil et nytt beløp til Wasiyyat bli lagt til de nye smykkene.

Forklaring av forskjellige ting knyttet til Wasiyyat

Oversatt Amtul Noor Monim

Inntekt/Aamad

1) Hva er satsen ved inntekt og eiendom for en Moosi?

Det er viktig for en Moosi at

1. På dødstidspunktet skal han/hun avlegge et testament for betaling av 1/10 til 1/3 på sin eiendom.
2. I tillegg til inntekt mottatt fra eiendom i løpet av livet, betaler man mellom 1/10 tog 1/3 av inntekten fra alle kilder som Chanda.
3. Chanda fra eiendommen skal betales til normal sats i henhold til Chanda Aam (1/16).

2) Hvis en person ikke har en fast inntekt på testamentets tidspunkt, hva skal han/hun skrive som sin månedlige inntekt?

I dette tilfellet bør han/hun skrive sitt månedlige inntektsestimat. Ellers skal han/hun skrive gjennomsnittet av inntekten sin for seks måneder eller et år.

3) Hjemmeværende kvinner som er Moosiah og ikke jobber, blir vanligvis utbetalt fra lommepenger. Er det noen retningslinjer i denne forbindelsen?

Kvinner bør ofre i henhold til deres levestandard og deres evner. Vanligvis er metoden for å betale bidraget for en kone at hvis hun ikke har noen inntekt, så skal mannen hennes sette av passende lommepenger, og den skal forestilles som hennes inntekt. Lommepenger bestemmes av hver enkelt sin livsstil.

4) Skal en student som er Moosi bli pålagt å betale Wasiyyat-Chanda med sine lommepenger eller stipend?

Det gjelder ikke for student stipend. Studentene forventes å sette av litt penger i henhold til deres situasjon og regelmessig gi Chanda.

Moosi/Moosia studenter skal betale 1/10 av 1000 kr månedlig, det blir 100 kr. For inntekten fra jobb/sommerjobb skal det betales 1/10 i wasiyyat. Moosiat mødre som har barn under 18 år skal betale 1/10 av barnetrygden.

jeg er blitt sendt til denne verden for å gjennomføre dette målet. Så streb etter dette målet, men gjennom mildhet, høy moral og bønn. Samarbeid som en enhet etter min død, helt inntil den tid da Gud reiser iblant dere et menneske fylt med Den hellige Ånd.

Det er viktig at dere viser medfølelse overfor andre og renser deres sjeler, slik at også dere kan dele egenskapene til Den hellige ånd. Husk at uten Den hellige ånd kan sann gudfryktighet ikke oppnås. Gjør ende på det verdslige begjæret i deres indre, og bli gudfryktige. Det er den smaleste og vanskeligste stien. La deg ikke lokkes av de jordiske gleder, for de fører deg bare bort fra Gud. Lev et strevsomt liv for Guds skyld alene. Den lidelsen som behager Gud, er bedre enn den gleden som mishager Ham. Det nederlaget som behager Gud, er bedre enn den seier som fører til Hans mishag. Gi slipp på den kjærligheten som trekker dere nærmere mot Guds vrede. Hvis dere kommer til Ham med et rent hjerte, vil Han hjelpe dere på alle mulige måter, og ingen fiende vil kunne gjøre dere noe ondt.

Det er umulig å vinne Guds velbehag så lenge dere ikke selv er villige til å gi avkall på deres eget velbehag, egne fornøyelser, ære, rikdom, deres egne liv, og så lenge dere ikke er villige til å møte slike vanskeligheter på Hans vei, som stiller dere ansikt til ansikt med døden. Men om dere er villige til å møte vanskeligheter for Guds skyld, vil dere bli som et kjært barn beskyttet i Guds fang. Dere vil bli skjenket det samme som de fromme før dere. Dere vil bli beæret med enhver velsignelse, men det er bare få mennesker som er slik. Gud har fortalt meg at gudfryktighet er et slikt tre som bør plantes i ens hjerte. Det vannet som gir næring til gudfryktighet, er også med på å få enhver hage til å blomstre. Gudfryktighet er en rot; visner den, så er alt annet verdiløst. Vokser den derimot, gror også alt det andre. Hva for noe godt kan vel et menneske pådra seg, om han på den ene siden hevder at han søker Gud, men på den andre siden ikke tar steget for å finne Ham?»

Måtte Allah akseptere alle våre ofringer og velsigne alle bidragsyterne på alle mulige måter og styrke deres tro enda mer. Ameen. (Testamentet s.13-14)

Jeg skal nå fremlegge et utdrag fra boken Al Wassiyat skrevet av den utlovede Messias, «Så, mine kjære! Det er Sunnatullah at Gud alltid viser to manifestasjoner av Sine krefter, slik at Han kan sette en stopper for fiendens to falske gleder. Det er umulig at Han forandrer Sin evige praksis. Vær derfor ikke bedrøvet over det jeg beretter til dere, og la ikke deres hjerter rammes av bekymring. For det er viktig at dere også skal være vitne til den andre guddommelige manifestasjonen (Qudrat-e-Sàniya) - og dens komme er bedre for dere, for den vil vare evig. Og den vil vare helt inntil Dommens dag.Den andre guddommelige manifessjon kan ikke komme før etter min død. Når jeg forlater dere, vil Gud velsigne dere med Sin andre guddommelige manifestasjon, og den vil være med dere for alltid. Dette har Gud gitt løfte om, som også har blitt gjengitt i boka "Brahin-e-Ahmadiyya". Dette løftet er slett ikke rettet til meg personlig, men det er blitt gitt dere. Gud har sagt: "Den menigheten som følger deg, vil Jeg visselig velsigne med seier fremfor alle andre helt til Dommens dag.»Det er derfor nødvendig at dere får oppleve min bortgang, for da kan dagen for Guds evige løfte inntreffe. Vår Gud står visselig ved Sitt ord. Han er trofast og sannferdig. Han vil med sikkerhet vise dere alt Han har lovet. Sannelig, disse er denne verdens siste dager, og mange katastrofer er forutbestemt til å inntreffe, likevel vil verden være best inntil alt det som Gud har gitt beskjed om, har gått i oppfyllelse.

Jeg kom fra Gud som en manifestasjon av Hans kraft, og jeg er en inkarnasjon av Guds kraft. Det vil komme andre etter meg, som vil være manifestasjon av (Guds) andre kraft. Så gå derfor sammen i bønn og vent på den "andre manifestasjonen". I hvert eneste land bør enhver menighet av fromme mennesker gå sammen i felles bønn, slik at den andre manifestasjonen stiger ned fra himmelen og viser dere hvor mektig deres Gud er. Anse din død som nær, for hva vet vel du om når den vil inntreffe. Etter min bortgang, la de fromme og oppriktige medlemmer av menigheten ta imot Bai'at i mitt navn.

Det er Guds ønske å trekke de sjelene som besitter en from natur, bosatt i forskjellige bebyggelser, i Europa eller Asia – til Guds enhet, og deretter bringe dem sammen til den ene og sanne troen. Det er Guds hensikt å samle Sine tjenere under en religion, og

Betydningen og nødvendigheten av Al-wassiyat

Iram Khalil Throndheim.

Vi leser i den hellige Koranen:
«Og gi ut for Allahs sak og kast dere ikke i ødeleggelse med deres egne hender, og handle godt, sannelig Allah elsker dem som handler godt.» (196)

Videre leser vi:
«Hvem er det som vil gi Allah et godt lån, som han vil mangfoldiggjøre for ham mange ganger? og Allah innskrenker og mangfoldiggjør, og til ham skal dere vende tilbake.» (246)

Disse versene er oversettelsen fra Sura al Baqarah, vers 196 og 246.

Hver gang når Allah, den allmektige, velsigner mennesket eller et samfunn med Hans nåde og barmhjertighet krever Han alltid noen form for offer fra dem. Med andre ord kan man si: å utføre ofringer er det helt grunnleggende og den mest essensielle handlingen man kan gjøre for å komme nærmere Allah den allmektige, og for å oppnå hans velbehag.
Å gjøre ofringer har gjennom historien variert fra tid til annen tatt i betraktning de omstendighetene som rår. På den tid når den hellige profeten Muhammad (sa) levde, ble det krevd en annen form for ofring. Muslimene på den tiden ble forfulgt, torturert og drept.

Den hellige profeten Muhammad (sa) har også nevnt vår tid på følgende måte: *På den tid når den utlovede Messias vil komme, vil det ikke være et like stort behov for at mennesker gjør ofringer ved å ofre sine liv. Den utlovede Messias' oppgave vil være å innlede jihad med pennen og ord, for å gjøre denne oppgaven vil det kreves store finansielle bidrag.*

Den utlovede Messias, fred være med ham, har sagt følgende om dette emnet: *For en velsignet tid vi lever i. Dette er ikke den tid hvor vi må gjøre det ultimate offer ved å ofre våre liv, men vår tid er den tid hvor det forventes og er behov for at vi gir ut av våre eiendeler og ut av det vi har.*

I vår menighet har vi etableringen av wassiyyat-systemet som ble startet av Den utlovede Messias (fred være med ham) i år 1905. Enhver "moosi" (en som er med i wassiyat-systemet) er forventet å overholde sin gudfryktighet og betale sin chanda i samsvar med sin inntekt.

Plikter for å utføre renselse

Renselse består av fire steg en er pliktig til å overholde. Dersom en av disse uteblir vil ikke renselse være gyldig. De fire pliktene er,

1. Vask hele ansiktet grundig
2. Håndvask, inkludert albuer
3. Tørk av hodet
4. Vaske føtter inkludert ankler

Dersom vann ikke er tilgjengelig, bør man utføre "tayammum" i stedet for bading og renselse. Det vil si, dersom man har til hensikt å be fører man begge hendene sine på ren jord eller en tørr gjenstand, vender hendene mot ansiktet sitt og fører dem over sitt fjes og deretter gnir hendene mot hverandre. Dersom vann ikke er tilgjengelig kan tayammum også utføres som obligatorisk ghusl (Fatwa av Den lovede Messias side 66). Tayammum kan også utføres på turban.

Bekledning – Den tredje betingelsen for bønn
Menn må dekke kroppen fra navlen til knærne. Det er tillatt for menn å be barhodet, men det er uønsket. En kvinne kan holde ansiktet, hendene opp til håndleddene og føttene opp til anklene bare mens hun ber. Håret, armene, bena og resten av kroppen skal være dekket med et klede. En kvinne er pliktig å tildekke hodet i bønnen.

Dersom en ikke har rene klær tilgjengelig ved tid for bønn, kan bønnen utføres med urene klær, da hjertets renhet er viktigere og mer hellig en renhet av klær.

Qibla - Den fjerde betingelsen for bønn
Å vende seg mot Qibla er en betingelse for å utføre bønn. Qibla er det hellige rommet som ligger i Mekka, kalt Baitullah og Ka'ba. Så lenge den hellige profeten (sa) var i Mekka, utførte han bønnen vendt mot Qibla. Allah befalte ham om å vende seg mot Ka'ba ved utførelse av bønn permanent (Sural al-Baqara, 166).

Derfor, fra den tiden og siden, har dette hellige huset vært muslimenes permanente Qibla. Qibla har skapt universell enhet og solidaritet mellom menneskeheten og det vakre konseptet til hele verden. Qibla er Allahs tegn, måtte Allah beholde sin storhet for evig og alltid, Ameen.

Det er en betingelse å be vendt mot qiblah, men hvis en person av ulike årsaker slik som i en tilstand av frykt eller reiser hvor det er vanskelig å bestemme retningen til qiblah, så er det i slike tilfeller tillatt å holde bønnen vendt hvor som helst det er praktisk.

Intensjonsbønn – Den femte betingelsen for bønn
Når tilbederen er klar for bønnen, skal han stå vendt mot Qiblah. Start med å løfte begge hendene opp til ørene, og start bønnen med å si AllahoAkbar. Deretter leser man en egen bønn, som kalles intensjonsbønn, før selve bønnen starter.

Bønnens viktigste faktorer

- Det er obligatorisk å resitere Sura Al-Fatihah i hver rak'ah i bønnen. Etter det bør en annen Sura resiteres. Den hellige profet sa:لا صلوة لمن يقرء بفاتحةالكتاب. Det vil si at den som ikke resiterer Fatiha al-Kitab, har ikke utført bønnen (فقہ المسیح صفحہ 70).
- Dersom obligatoriske deler av bønnen blir glemt ved en feiltakelse eller rekkefølgen blir feil er det obligatorisk med en beklagelse for feilen. Dette utføres ved å fullføre bønnen etterfulgt av to sajdah før bønnen avsluttes med "salam".
- Dersom renselsen blir brutt under en felles bønn, skal man straks utføre renselse uten å forstyrre bønnen og bli med igjen, og fullføre resterende raka'at etter fellesbønnen.
- Det er ikke riktig å løpe for å rekke bønnen.
- Menn kan være kvinners imam, men ikke motsatt.
- Ved reise justeres rak'atene i Zuhr-, Asr-, og Isha-bønnen. Dersom en reisende har som hensikt å oppholde seg et sted i mindre enn femten dager vil han be to rak'at av Zuhr, 'Asr og Isha. Det vil ikke være noen endringer i Maghrib og Fajr. Dersom en person oppholder seg i hjemmet til en nær eller kjær, eksempelvis foreldre, svigerforeldre eller et religiøst senter, for eksempel Mekka, Medina, Qadian, eller Rabwah, kan han eller hun velge om man ønsker å be fire eller to rak'at av Zuhr, 'Asr og Isha.
- Dersom en person glemmer eller sovner til riktig bønnetid og bønnen uteblir, bør han be straks han husker det.

Renselse - Den andre betingelsen for bønn

Renselse er en av betingelsene for å avholde bønn. Kroppshygiene og renslighet av klær er derfor en forutsetning for å avholde bønn. Den utlovede Messias (fred være med ham) sier: «Det sies at ens synder blir borte ved renselse. Det betyr at å utføre selv de minste pliktene sine overfor Gud ikke er bortkastet, våre synder fjernes ved å adlyde Guds befalinger.» (Noor-ul-Quran, bind I, side 420).

"Taharat" - Renhet

"Taharat" betyr renhet, det vil si at ingen kroppsdeler skal være urene. Møkk fra dyr, urin, blod eller puss fra åpne sår, blod som strømmer ut av kroppen, blod og spytt fra dyr, gjørme og andre synlige urenheter. Dersom kroppen eller ens klær blir skitne av noen av disse urenhetene skal disse skylles vekk med vann.

Faktorene som krever renselse, kan være vannlating eller avføring, søvn, besvimelse, urinlekkasje og utflod. Ved sykdom er det tilstrekkelig å utføre renselse en gang.

De grunnleggende betingelser for bønn - Tid, avvasking, bekledning, qiblah, intensjon

Skrevet av Rehana Mateen, Kristiansand

Oversatt av Annam Rai, Kristiansand

Islams nest viktigste grunnprinsipp er bønn. Allah sier følgende i Koranen, إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (Sura Al-Ankabut vers 46).

Før ethvert stort eller viktig arbeid kreves riktig forberedelse. Det er like viktig å gjennomføre bønnen på en riktig og fullstendig måte med riktig forberedelse. De 5 betingelsene for å gjennomføre bønn på en riktig måte er,

(1) tid, (2) Wudhu, altså renselse, (3) bekledning, (4) Qiblah og (5) intensjon.

Tid – Den første betingelsen for bønn

Den første betingelsen for å gjennomføre bønnen på en riktig og fullstendig måte er "tid". Alle troende i islam er pliktig til å overholde de fem rituelle bønnene. Disse skal gjennomføres til riktig tid.

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

For bønnen er visselig foreskrevet de troende til bestemte tider.

Den rette tiden for å utføre de 5 bønnene er,

1) Fajr - Når natten går over og daggryet starter, begynner det å lysne, denne tiden kalles Fajr, dette er før soloppgang.
2) Zuhr - Tidspunktet for Zuhr eller middagsbønn begynner etter at solen har krysset sitt toppunkt og har begynt å avta.
3) ʻAsr - Tidspunktet for ʻAsr bønnen begynner når solen ytterligere har gått ned og er et sted midt mellom sitt toppunkt og solnedgang. Tiden for ʻAsr bønn avsluttes i god tid før solnedgang, når sollyset har begynt å blekne.

4) Maghrib - Tidspunktet for Maghrib-bønn begynner umiddelbart etter at solen har gått ned og varer fram til skumring. Begrepet "skumring" blir imidlertid oppfattet forskjellige i de forskjellige lovskolene.
5) Isha - tiden for Isha-bønn begynner når skumringen har endelig forsvunnet og glir over i den mørke natten.

Makrooh-tider: Ingen bønn skal bes ved soloppgang og solnedgang og ved middagstid når solen står rett på. På lik linje skal ikke frivillig bønn bes, etter å ha utført Fajr- eller ʻAsr-bønn, samt etter Zuhr- og ʻAsr-bønnene.

Ifølge en annen gjengivelse av den samme hendelsen så sies det at når sverdet falt så tok den hellige profeten (sa) opp sverdet og sa: "Hvem kan redde deg nå?" Han ble veldig nervøs og begynte å be om unnskyldning. Profeten (sa) spurte så: «Bevitner du at det ikke er noen gud utenom Allah og at jeg er Allahs sendebud?» Han svarte: "Jeg tror ikke dette, men jeg lover deg at jeg aldri skal kjempe mot deg igjen, og jeg vil heller ikke slutte meg til dem som kjemper mot deg."

Profeten (må Allahs fred og velsignelser være med ham) tilga ham. Og da han kom tilbake til folket sitt, kunngjorde han at han hadde kommet fra en mann som var den beste i verden.

(Al-Sirat al-Halabiyyah, Bab Zikr Maghaziyah ﷺ, Ghazwa Zat al-Raqa)

Se nå på denne personen som gikk dit med den hensikt å drepe, men endte opp med å be om tilgivelse.

Eksempler på Guds beskyttelse av sin profet er mange, men det kan kort nevnes noen flere tilfeller. Som for eksempel da profeten (sa) på mirakuløst vis ble reddet etter å ha blitt omringet under Uhud krigen. Eller da en jødisk kvinne prøvde å drepe ham ved å forgifte maten hans. Eller da Khusrau Pervaiz Shah fra Persia planla å drepe den hellige profeten (sa) ved å sende hæren sin etter ham. Under alle disse omstendighetene beskyttet Gud, den allmektige, ham.

Profeten (må Allahs velsignelser og fred være med ham) pleide å si at i vanskelige tider, når noe gjorde hjertet hans urolig, overlot han saken til Allah etter å ha prøvd på egenhånd med de midlene som var til rådighet.

pil og bue, men mislyktes igjen. Grådig etter å motta dusøren på hundre kameler utlovet av de ikke troende, fortsatte han forfølgelsen, men hesten snublet igjen og han falt av hesten enda en gang. På dette tidspunktet forteller han at jeg var så nær mitt mål at jeg kunne høre Profeten (sa) resitere fra Koranen.

Hadrat Abu Bakr (ra) så seg om gjentatte ganger, men Profeten (sa) så seg ikke tilbake en eneste gang, fordi han hadde fullkommen tillit til at Gud ville beskytte dem. På et tidspunkt ga han opp jakten, men ropte etter Profeten (sa) for å fortelle hvilken intensjon han opprinnelig hadde, men at han nå innså at å forfølge dem var feil. På forespørsel, og før han vendte tilbake, fikk han en skriftlig bekreftelse på at han ville bli tatt vare på når Profeten (sa) beseiret araberne. Profeten (sa) sa så til han: «hva vil skje med deg når Kasras armbånd vil bæres av deg?» Saraqah ble overrasket over dette, men også dette ble oppfylt under Hadrat Umar (as) sin tid.

(Sammendrag fra biografien om Khatam-un-Nabiyyin av Hadrat Mirza Bashir Ahmad Sahib side 242-241)

Et annet eksempel på Profetens (sa) tillit til Allah, den allmektige, gjenfortelles av Hadrat Jabir. Hadrat Jabir forteller at han under en krig dro ut med den hellige Profeten, og på vei tilbake ved ettermiddagstid slo de leir ved en dal med mange trær. Folk satte seg eller la seg ned i skyggen for å hvile. Det samme gjorde den hellige profeten (sa), og hengte sverdet sitt opp i et tre. Kort tid etter ble han vekket av en landsbyboer som sto ved siden av ham med et sverd i hånden. Profeten (sa) ropte på sin følge og fortalte i ettertid at en landsbyboer hadde vekket ham og sa hvem vil beskytte deg fra meg nå. Til dette svarte jeg tre ganger: Allah, Allah, Allah, sverdet falt ut av hans hånd og han kunne ikke gjøre noe.

(Bukhari Kitab Al-Maghazi, Kapittel Ghazwa Zat Al-Raqa)

På grunn av sin tro på og tillit til Guds løfter følte han ingen frykt selv når han (må Allahs velsignelser og fred være med ham) flyktet. Foranledningen for denne hendelsen var at høvdingene fra de forskjellige stammene i Quraysh omringet huset hans. Profeten (må Allahs velsignelser og fred være med ham) forlot huset sitt i Allahs navn, selv om alle høvdingene og lederne av stammene sto foran døren hans. Allah hadde tilslørt deres øyne og det falt dem aldri inn at profeten (må Allahs velsignelser og fred være med ham) ville utvise slikt mot og gå ut rett foran dem. Det var tilliten til Gud som gjorde at han under flukten ba Hadrat Ali (fred være med ham) ligge på sengen hans på hans plass. Hadrat Ali (fred være med ham) ble også bedt om å ikke bekymre seg, og Profeten garanterte at han ikke ville bli skadet.

Da fienden fant ut at Profeten (sa) hadde klart å flykte ble de veldig opprørt, og dro til Hadrat Abu Bakr Siddiq (ra) og mishandlet kvinnene i huset. Da de nærmet seg hulen Thaur som Profeten (sa) og Hadrat Abu Bakr Siddiq (ra) søkte tilflukt i, var de så nære at deres steg og stemmer kunne høres. Enda et eksempel på profetens (sa) tillit til Gud er at han sa følgende til Hazrat Abu Bakr Siddiq (ra):

{لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا}(التوبۃ:40)

Ikke vær bekymret, Gud er med oss.

Så sa han: «Å Abu Bakr! Hva tenker du om de to menneskene, der den tredje blant dem er Gud.»

Så, etter tre dager, da de kom ut av hulen og startet reisen mot Medina, er enda et praktfullt eksempel på hans tillit til Gud. Hadrat Abu Bakr Siddiq (ra) så en mann følge etter dem på en hest. Dette gjorde Hadrat Abu Bakr (ra) nervøs og han sa: «Å Allahs sendebud! Noen jager oss.» Han fikk til svar: "Ikke bekymre deg, Allah er med oss." For en tillit til Gud. Han trodde og stolte på Gud, at de etter Guds befaling la ut på denne reisen så Han vil selv beskytte dem. Saraqah har i ettertid fortalt at da han gikk for å lete etter dem og kom nær snublet hesten og han falt i bakken. Så prøvde han å skyte med

det være forsøk på å eliminere deg og dine følgere ved at de forskjellige stammene slår seg sammen, så kan de ikke gjøre skade. Allah, den allmektige, har alltid beskyttet deg, og hjulpet deg ut av alle farer og problemer, og vil fortsette å være din Beskytter. Uansett omstendigheter, hva enn fienden planlegger, kan de aldri lykkes i å prøve å utrydde islam. Så fortsett å ha tillit til det.

Gud forby ble ikke denne støtten gitt av Gud, den allmektige, til den hellige profeten, fordi han var redd eller at hans tillit til Gud ble redusert. Snarere var det for å oppmuntre hans følgesvenner slik at intet svakt hjerte noen gang skulle tro at de er for svake, og undre seg over hvordan de vil kunne bekjempe slike krefter. I tillegg var det også for å uttrykke overfor fienden at de ikke ville bøye seg for dem, at de setter sin lit og tro til ene og alene Gud, og de stoler på at Gud vil være deres hjelper som alltid. Fienden vil mislykkes som alltid, og deres ønske om å skade profeten (må Allahs velsignelser og fred være med ham) eller islam vil aldri bli oppfylt.

Som sagt, var profetens (må Allahs velsignelser og fred være med ham) tro på og tillit til Gud helt uten sidestykke. Denne tillitten var til stede selv når hans følgesvenner var forsvarsløse mot fienden. Også når han formidlet Guds budskap alene i andre byer hadde han full tro på Gud og tillit til Ham, og visshet om at seieren til slutt ville bli hans.

Og han sa alltid dette i henhold til Allahs befaling:

{قُلْ هُوَ رَبِّى لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ}(الرعد:31)

Si: Han er min Herre; det er ingen gud uten Han; på Ham stoler jeg, og for Ham er jeg ydmyk.

Dette verset er Koranens vitnesbyrd om profetens (må Allahs velsignelser og fred være med ham) tillit til Gud. Allah den allmektige sier til han at Jeg som kjenner tilstanden til ditt hjerte, Jeg ber deg erklære at du alltid har stolt på Meg.

Da den ærverdige profeten (må Allahs velsignelser og fred være med ham) vendte tilbake etter å ha hatt en samtale med høvdingene i Quraysh, sa Abu Jahl: Å Quraysh! Dere så at Muhammad ikke lyttet til oss, og snakket stygt om deres eldre og deres religion. Så jeg lover Gud at i morgen skal jeg sitte med en veldig tung stein, og når Muhammad (sa) kneler under bønn, skal jeg slå ham i hodet med steinen. Dere får ta meg under deres beskyttelse, så får Bani Abdul Manaf (dvs. den ærverdige profetens slekt) gjøre det de kan. Quraysh sa: «Ved Gud! Du får søke tilflukt hos oss. Gjør det du kan.» Så, om morgenen tok Abu Jahl med seg en stein, og ventet på at den ærverdige profeten skulle be.

Den ærverdige profeten (sa) gikk inn i moskeen om morgenen slik som han pleide. Så da profeten gjorde *sajda*, tok Abu Jahl steinen og gikk for å slå Den ærverdige profeten i hodet. Da han begynte å nærme seg profeten (sa), flyttet han seg plutselig bakover slik at steinen falt fra hånden hans. Han gikk tilbake derfra til sitt folk i en tilstand av forvirring og frykt. Folket løp mot ham og sa: «Å Abu al-Hakam, hva skjedde?» Han sa: «Da jeg tok steinen og gikk mot han, for å gjøre det jeg sa til dere om natten, så jeg en veldig sterk og skremmende kamel komme mot meg med åpen munn som ville spise meg. Jeg trakk meg umiddelbart tilbake, ellers hadde det vært vanskelig for meg å redde livet mitt.»

(السيرة النبوية لابن هشام ما حدث لابى جهل حين هم بالقاء الحجر على الرسولﷺ)

وَ تَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡ(الاحزاب:4)

Og sett din lit til Allah, og Allah er tilstrekkelig som beskytter.

Dette verset fra Koranen var egentlig et budskap om støtte til profeten fra Allah den allmektige: Å profet! (må Allahs velsignelser og fred være med ham), vær bekymringsløs og forsikre dine følgesvenner om at uansett omstendigheter, kanskje vil

Derfor sier Allah følgende:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(آل عمران:32)"Si: Hvis du elsker Allah, så følg Meg."

Allah vil elske dere og vil tilgi dere deres synder. Og Allah er tilgivende, den mest barmhjertige.

Muhammad (må Allahs velsignelser og fred være med ham) ble sendt av Allah til verden for å tilbe Ham. Fra barndommen av gjorde Allah, den allmektige, hjertet hans rent, og sådde frøet av kjærlighet til seg Selv og hat mot avgudsdyrkelse. Allerede før profetens fødsel ble hans mor informert om lyset som skulle spre seg over hele verden. Og verden så hvordan synet som Hadrat Amina ble vist, ble til virkelighet.
Koranen ble åpenbart for ham, og dette lyset spredte seg over hele verden.

Lidenskapen for Guds kjærlighet frarøvet ham søvnen om natten, og gav ham fred i sinnet om dagen. Hvis det var noe han lengtet etter så var det å forene alle under en Gud, at de skulle kjenne den Gud som skapte dem.
For å formidle dette budskapet måtte han gjennom vanskelige tider med mye motgang, men alt dette stoppet han ikke fra å tilbe Gud og formidle budskapet om én Gud.

Det kan nevnes at det var mange hendelser, både farlige og skremmende, hvor fiendens plan var å tilintetgjøre sendebudet og hans følgere. Men Allah som hadde bestemt profetens eksistens samtidig ved Adams skapelse, hadde også lovet å beskytte ham. Engler ble sendt fra himmelen, som kom ham til unnsetning når han trengte hjelp.

En av hendelsene beskrives slik:

Den ærverdige profetens kjærlighet til Gud og Guds beskyttelse

Oversatt av: Mehr-Un-Nisa Ahmed

Det faktum at profeten Muhammad (må Allahs velsignelser og fred være med ham) elsket Gud aller mest, ble bevitnet av selv hans argeste motstandere, som sa:

عَشَقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہ

Muhammad (må Allahs velsignelser og fred være med ham) er visselig forelsket i sin Herre.

Han led for Guds skyld, men søkte alltid Guds kjærlighet og tilflukt i sine bønner. Når motgang kom, takket han, og da han hadde det vanskelig, bøyde han seg for Ham, og var tålmodig. Ingen fristelser kunne vende ham bort fra Gud, ingen grådighet kunne vende ham bort fra Hans dør. Han forkastet kongeriket for Guds skyld. Hvilket aspekt av livet til Den ærverdige profeten (må Allahs velsignelser og fred være med ham) er slik at hjertene til de som elsker og verdsetter han, ikke smelter etter å ha hørt om dette. Gud er den han påkalte når han sov, mens han var våken, under reise, i ensomhet, når det var komfortabelt og når han var i nød.

Allah, den allmektige, har sagt at et oppriktig forhold til Meg ikke vil bli etablert bare ved å si لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ, men hvis du vil motta Min kjærlighet, så følg Mitt sendebud. Ved å følge hans eksempel vil du vil være Meg kjær. Du vil da stå nær Allah, ellers vil dine påstander ikke holde mål.

Her er navnene av medlemmer som har deltatt i Fredagsprekenquiz for mars, april og mai 2022, som svarte alle spørsmålene riktig

Mars quiz 04.-25. Mars 2022
33/60 hadde alle svar riktig.

Ullensaker:
1. Maryam Sukaynah
2. Shamsa Kanwal
3. Laiba Mahmood

Nittedal:
1. Saima Safdar
2. Bushra Akhtar

Follo:
1. Amtul Rauf
2. Amtul Latif Anwer
3. Naila Nasir
4. Syeda Bsuhra Khalid
5. Madiha -
6. Syeda Tehmina Nabeel
7. Farrah Khalid Mahmood
8. Nabeela Sadaf
9. Nayab Mahmood
10. Atiya -
11. Najiya Anwer

Lillestrøm:
1. Iffat
2. Shazia Naeem
3. Nimrah Naeem

Nor:
1. Bilquis Akhtar

Bait-ul-Nasr:
1. Mansoora Naseer

Fredrikstad:
1. Saddiqa Nasira
2. Ine Anwar
3. Mehr Un Nisa Ahmed
4. Attia Riffat
5. Berivan Saeed
6. Farah Zulfiqar

Nordstrand:
1. Raana Gull – e – Anwar
2. Sultana Qudoos
3. Shahida Nasir
4. Raazia Mahmood

Kristiandsand:
1. Lubna Karim
2. Sobia Khan
3. Amtul Mohsin
4. Sajda Zafar

April quiz, 01.-29 april 2022
25/66 hadde alle svar riktig.

Follo:
1. Syeda Bsuhra Khalid
2. Nayab Mahmood
3. Nabeela Sadaf
4. Amtul Latif Anwer

Lillestrøm:
1. Rabia Islam

Bait-ul-Nasr:
1. Mansoora Naseer

Nittedal:
1. Syeda Mansoora Farzana
2. Sidra Nasir
3. Senna Syed
4. Saima Safdar
5. Shama Shakir
6. Bushra Akhtar
7. Seher Tariq
8. Tahira Aziz
9. Lubna Tariq
10. Ramsha Tahir
11. Manha Malik
12. Fakhra Nasir
13. Saba Ahmed
14. Mubarka Zia
15. Fareeda Munir
16. Iram Anwar
17. Rehana Khalid
18. Rumana Noor

Kristiandsand:
Amtul Mohsin Rai

Mai quiz, 06.05. - 27.05.2022
24/ 64 hadde alle svar riktig

Nor
1. Balqees Akhtar

Baitun Nassr
1. Mansoora Naseer

Nittedal
1. Sidra Rashid
2. Manha Malik
3. Lubna Tariq
4. Saba Ahmed
5. Bushra Akhtar
6. Salma
7. Seemab Mubashir
8. Nabila Anwar
9. Salma Sajid
10. Sadia Virk
11. Wajiha Virk
12. Seher Tariq

Lillestrøm
1. Naseem Muzaffar

Kristiansand
1. Komal
2. Annam Huma Rai
3. Amtul Mohsin Rai

Follo
1. 3 x uten navn, bare med majlis navn
2. Amtul latif
3. Khair-un Nisa
4. Atiya

Hudoor (må Allah være hans hjelper) sa: Kroppens fremgang er avhengig av dens tidligere ofringer, og nivået av fremgangens lange levetid er dens skjebnenatt.

De som er elsket av Gud må tåle prøvelsene. Vi bør reflektere over om de prøvelsene vi står overfor er skjebnenatten for oss: og for den guddommelige kjærlighetens skyld bør vi søke inderlig etter den sanne skjebnenatten. Uansett, om vi ignorer viktigheten av å beholde enhet og harmoni vil vi ikke være i stand til å benytte oss av skjebnenatten. Hvis vi fortsetter å utføre ofringer med det i minne at de er for Gud den allmektiges skyld alene, vil vi fortsette å gjøre fremgang. Derfor er det nødvendig å fullføre kravene som er ment for å oppnå Skjebnenatten, fordi i dette tilfellet er daggryet som bryter frem etter denne natten ekstraordinær.

Hudoor (må Allah være hans hjelper) sa: Skjebnenatten er navnet på det ofrings øyeblikket som får en guddommelig aksept og som er ment å få et verdig resultat. I denne sammenhengen vil jeg nevne at det finnes land hvor forholdene til ahmadiyyamuslimer er veldig dårlige. Det denne situasjonen vil gjøre er at den vil bane vei for å bryte frem daggryet for trossamfunnet. Mange av de nye menighetene har blitt formet på grunn av denne Skjebnenatten i ulike deler av verden. Derfor, for å knytte seg til videre belønning av Dekretnatten, bør vi bli flinkere til å være en enhet og vise harmoni, reparere sprekkene i våre forhold og fjerne personlige nag og fremmedgjøringer.

Hudoor (må Allah være hans hjelper) sa: Menneskets eksistens har som sitt mål om å tilbe Gud, den allmektige, som Hans tjener. Denne tilbedelsen må derfor ikke være assosiert med en spesiell dag eller en fredag, men hver bønn og hver fredag er viktig. Derfor er det vår plikt som en sann troende, å gjøre vårt beste for å følge de guddommelige bud, og være spesielt oppmerksom på tilbedelsen. Denne fredagen har ikke kommet for å gi Ramadan et avskjed ved å ofre denne fredagsbønnen alene, men den har heller kommet for at vi kan benytte oss av velsignelsene til denne fredagen og for å alltid kunne bevare disse velsignelsene i våre hjerter. Vi bør gjøre Koranen til en del av våre liv gjennom hele året og prøve å gjøre noe med det med denne samme inderligheten som vi har vist under Ramadan.

Hudoor (må Allah være hans hjelper) sa: Trossamfunnet bør fortsette med å be for de muslimske palestinernes sikkerhet.

Til slutt snakket Hudoor (må Allah være hans hjelper) om den triste bortgangen til Naeemullah Khan Sahib fra Kirgisistan og fortalte om hans tjenester for trossamfunnet. Hudoor (må Allah være hans hjelper) fortalte at han vil lede begravelsesbønnen i fravær til den avdøde etter fredagsbønnen.

Kilde: (Ch. Hameedullah)
Wakīl A'lā,
Tahrīk Jadīd Anjuman Ahmadiyya Pakistan,
Faks datert: 5. august 2014

Oversettelse av fredagspreken 25.07.2014

Oversatt av: Iram Anwar

Den 25. juli holdt Hadrat Khalifatul Masih V (må Allah være hans hjelper) fredagsprekenen i Baitul Futuh Moskeen i London.

Hudoor (må Allah være hans hjelper) sa: De siste dagene av Ramadan passerer så fort. I disse ti siste dagene fokuserer folk på to ting: Det ene er *Laila tul Qadr*, Skjebnenatten, og det andre er kjent som Avskjedsfredagen. Betydningen av Skjebnenatten er sann, noe som er bevist av den ærverdige profeten (Må Allahs velsignelser og fred og være med ham) og Den Hellige Quranen. Konseptet med avskjedsfredagen har blitt oppdiktet av muslimene gjennom deres egne feiltolkning. Den ærverdige profeten (Må Allahs velsignelser og fred være med ham) var blitt gitt kunnskap om den spesifikke datoen til skjebnenatten fra den allmektige Gud. Men, tradisjonen forteller oss at på grunn av en krangel mellom to muslimske menn, glemte den ærverdige profeten (må Allahs velsignelser og fred være med ham) den eksakte datoen til den natten. Allikevel ba den ærverdige profeten (må Allahs velsignelser og fred være med ham) muslimene om å se etter denne natten blant oddetalls nettene av de siste ti dagene i Ramadan.

Hadrat Musleh Maud (fred være med ham) sa at timen som er kalt for Skjebnenatten har et spesielt forhold til nasjonens indre harmoni og enhet, og det at Skjebnenatten har blitt drevet bort fra nasjonen som mister harmoni og enhet.

Hudoor (må Allah være hans hjelper) sa: Dessverre ser man at mange av de muslimske landene har alvorlig mangel på harmoni og enhet; dette fører til at andre nasjoner har nerver til å klekke planer mot dem. Dette er grunnen til at Israel fortsetter å drepe uskyldige palestinere. Hvor muslimene er forent og følger veien til Gud, vil ikke slike barbariske ting bli begått mot dem på grunn av deres enorme styrke. Vi kan kun be om at måtte Allah beskytte de uskyldige menneskene fra grusomhetene som begås mot dem, og måtte freden komme før eller senere.

Ved å forklare betydning av Skjebnenatten, sa Hudoor (må Allah være hans hjelper): Beslutninger angående menneskets fremgang tas i løpet av *Lail*, som er det tidspunktet mørket overtar verden.

Hadrat Musleh Maud (fred være med ham) nevnte noe lignende angående fremgangen til en manns fysiske velstand og sa at Den hellige Koranen forteller oss at et menneskets fysiske utvikling finner sted i mørkets periode. Utviklingen av fosteret i livmoren er der den endelige formen til den fysisike utviklingen blir avgjort. Det er et bevist faktum at både miljøet og morens kosthold påvirker psyken og helsen til et ufødt barn. Dette er grunnen til at *shariah* har bedt oss om å være ekstra aktsom de dagene et barn utvikler seg i livmorens mørke. Kort sagt, på samme måte som den fysiske utvikling finner sted i mørket, finner også den åndelige utviklingen sted når verden er innhentet av det åndelige mørket.

Utsagn av Den utlovede Messias, Hadrat Mirza Ghulam Ahmad[as]
Sann moral

Kort sagt kan man ikke kalle en persons handlinger for moralske dersom de kun er underlagt hans naturlige impulser. Første trinn i et moralsk vesens liv; det vil si et vesen, hvis handlinger kan betraktes som gode eller dårlige, er det trinnet hvor det er i stand til å skille mellom gode og dårlige handlinger, eller gode og dårlige handlinger av forskjellig grad. Dette finner sted når tankeevnen er tilstrekkelig utviklet til å fatte de generelle ideer, og forstå de mer langsiktige følgene av en handling. Et slikt menneske er lei seg når det har latt en mulighet til å gjøre godt stå ubenyttet, eller det føler anger og fortvilelse dersom det har gjort noe dårlig eller ondt. Dette er andre trinn i menneskets liv; det Den hellige Koranen kaller den selvanklagende sjel (de fleste er vel bedre kjent med utrykket «samvittighet»). Men man må huske på at bare ren formaning ikke er nok for at den helt uutviklede skal nå frem til dette.

Vedkommende må også ha så mye kunnskap om Gud at han forstår at Guds skapelse av ham ikke er ubetydelig eller meningsløs. En slik erfaring av Gud foredler sjelen, og bare den kan føre til sant moralske handlinger. Sammen med formaninger og advarsler bringer Den hellige Koranen derfor sann gudserkjennelse. Den forsikrer menneskene om at enhver handling bærer frukt; i dette liv bevirker den enten åndelig lykke eller pine, mens det i det kommende liv venter en klarere og mer håndgripelig belønning eller straff. På dette utviklingstrinn vil altså menneskets fornuft, samvittighet og erkjennelse ha nådd det stadium at det overveldes av anger når det gjør det onde, og det er ivrig etter å gjøre det gode. Det er på dette trinn man kan begynne å kalle et menneskes handlinger for moralske.

Det er her nødvendig med en definisjon av ordet *Khulq* (moral). Det finnes to ord som er like, med unntak av vokallyden. Det ene ordet er *Khalq*, som betyr den ytre skapelse, og det andre er *Khulq*, som betyr den indre skapelse eller den indre egenskap.Da indre fødsel eller skapelse fullkommengjøres gjennom moralsk fullkommenhet og ikke gjennom menneskets medfødte lidenskaper, står Khulq for moralske kvaliteter, ikke naturlige impulser. **(Islamske Grunntanker,s.25og26)**

Vers fra Den hellige Koranen

Sura Al-Baqarah, vers 184

بسم الله الرحمن الرحيم

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرة:184)ۙ

Oversettelse

2:184 Å dere som tror, det er foreskrevet dere å faste, liksom det var foreskrevet dem før dere, for at dere skal bli rettferdige-

Hadith

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
اِذَا جَآءَ رَمَضَا نُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ
الشَّيَا طِيْنُ- (حديقة الصالحين:صفحہ-312)

Oversettelse

Den ærverdige profeten (sa) har sagt at når måneden Ramadan begynner, blir dørene til Paradiset åpnet, og dørene til Helvete blir lukket, og Satan blir satt i lenker. (Bukhari)

ZAINAB

AMIR AMJ NORGE

Zahoor Ahmed CH

PRESIDENT LAJNA IMAÍLLAH NORGE

Balqees Akhtar

REDAKTØR URDU-DEL

Mansoora Naseer

REDAKTØR NORSK-DEL

Mehrin Shahid

Shaista Basit

Khafia Shahid (Nasirat)

GRAFISK DESIGN

Zoya Smamah Shahid

Fakiha Choudry

Sofia Khalil

Khafia Shahid (Nasirat)

Farida Zahoor (Nasirat)

Adresse: Baitun Nasr Moské

Søren Bulls vei 1

1051 Oslo

Kontakt@ahmadiyya.no

INNHOLDSFORTEGNELSE

Vers fra Den hellige Koranen 4

Utsagn av Den utlovede Messias, Hadrat Mirza Ghulam Ahmad[as] 5

Oversettelse av fredagspreken 25.07.2014 6

Her er navnene av medlemmer som har deltatt i Fredagsprekenquiz for mars, april og mai 2022, som svarte alle spørsmålene riktig 8

Den ærverdige profetens kjærlighet til Gud og Guds beskyttelse 9

De grunnleggende betingelser for bønn - Tid, avvasking, bekledning, qiblah, intensjon 16

Betydningen og nødvendigheten av Al-wassiyat 19

Forklaring av forskjellige ting knyttet til Wasiyyat 22

SPØRSMÅL FRA BOKA 24

«ISLAMSKE GRUNNTANKER» 24

Helse Avdeling 26

Waqifat-e-nau avdeling 30

Online møte mellom tyske kvinnelige studenter ved høyere utdanning og den femte kalifen 33

Et Spesielt budskap for waqf-e-nau foreldre 35

Nasirat Hjørne 38

Kjære president, Lajna Ima’illah,

Norge

LS-3167

02.09.2022

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

Fred være med dere, samt Allahs barmhjertighet og velsignelser

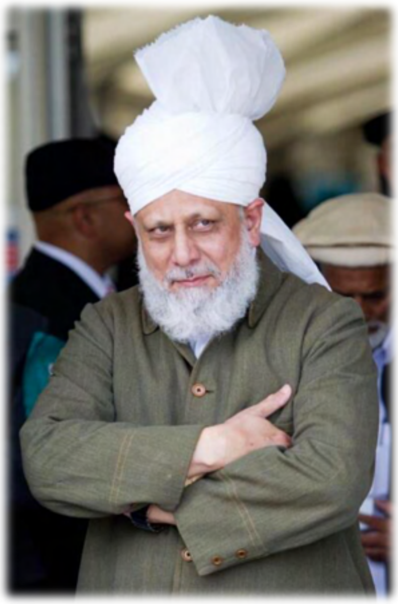

Jeg har mottatt rapport fra Dem for måneden mai 2022 og magasinet ‘Zainab’ sin utgave for januar til mars 2022. Jazakumullah-ta’ala.

Med Guds velsignelse fikk forkynnelsesavdelingen mulighet til å organisere et høytidelig middagsselskap ved anledning norsk nasjonaldag. 93 kvinnelige gjester fra ulike yrkesgrupper og funskjoner i samfunnet møtte opp. Gjestene fikk trossamfunnets bøker som gave og de ble gjort kjent med organisasjonens 100-års jubileum. Dette ble tatt godt imot. Avdeling for moralsk opplæring holdt møte for å jobbe med den månedlige opplæringsplanen
for juni, forberede quiz om fredagspreken og samtidig
evaluere den forrige quizen. I tillegg var presentasjonen, som skulle fremvises på lajnasesjonen ved Jalsa Salana
Norge, en del av agendaen til møtet.

I magasinet ‘Zainab’ er det blitt inkludert kunnskapsrike og interessante innlegg, på både urdu og norsk, med temaer som spirituellfremgang, akademiskkunnskap og moralsk opplæring. Et helsepersonell har skrevet om viktige råd ved bruk av fisk på en funksjonell måte. Nasirat-del er også interessant. Jeg håper at publikasjonsavdeling kan inkludere korte innlegg og informative tekster forfattet av nasirat i fremtidige utgaver, slik at de også kan utvikle skrivegleden.

Jeg ber om at alle leserne blir i stand til å dra full nytte av dette magasinet og at publikajonsavdelingen kan jobbe enda hardere med iver og målbevissthet.

Forkynn min kjærlige fredshilsen til alle Lajna og Nasirat.

Wassalam

Mirza Masroor Ahmad

Khalifatul Masih V

ZAINAB

Lajna Ima'illah Norge

Januar til mars 2022

Den ærverdige profetens kjærlighet til Gud og Guds beskyttelse

Betydningen og nødvendigheten av Al-Wassiyat

Hadrat Fatima (ra)